UNIVERSAL LIBRARY

درخراباتِ مغاں نورِ خدا می بینم　　ویں عجب بیں کہ چہ نورے ز کجا می بینم



آراستہ

سیّد محمد حسن بلگرامی

صدر محاسب سرکار عالی

مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

ہوئے میں نے اس خدمت کو انتہائی عرق ریزی اور بے پایاں کاوش و کاہش سے انجام دینے کی سعی کی ہے۔ بڑی فکر و محنت سے کام لیا ہے اور اپنا بہت سا عزیز وقت صرف کیا ہے۔ اور حتی الوسع کوشش کی ہے کہ یہ مجموعہ حسن قبول حاصل کرے۔

اپنی جانفشانیوں پر نظر ڈالتے ہوئے مجھے اُمید ہے کہ یہ تالیف ملک میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائیگی اور اہل دل کا طبقہ اِسے خصوصیت کے ساتھ عزیز رکھے گا اور میری محنت کی داد دیگا

انتخاب رباعیات کے بعد انتخاب رجال کا مسئلہ درپیش تھا یعنی یہ مجموعہ کس کے نام پر معنون کیا جائے۔

یہ بھی کوئی آسان بات نہ تھی اس لئے کہ حکیمانہ کلام کی نسبت بھی کسی ایسی ہی ہستی سے ہونا چاہیئے جو خود بھی مرکز معارف و حکم ہو۔

اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر میں نے اپنی نگاہ ہندوستان کے تمام قریب و بعید گوشوں میں دوڑائی۔ حافظہ نے بہت سے نام یاد دلائے۔ تخیل نے صدہا تصویریں پیش کیں اور آخر کار اُن تمام ہستیوں میں سے میری قوتِ انتخاب نے ایک روشن ستارے کو چُن لیا۔

عالیجناب مولوی سید حسین صاحب بلگرامی المخاطب بہ نواب موتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک بہادر سی۔ ایس آئی

کے اسم گرامی کو ہندوستان میں کون نہیں جانتا۔ آپ کی شخصیت اور فضل و کمال کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کئی مستند زبانوں کے مسلم الثبوت ادیب ہونے کے علاوہ سخن سنجی میں بھی خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔

آپ کی معمولی باتوں میں بھی وہ حقایق ہوتے ہیں جو زبردست تصانیف میں نہیں مل سکتے۔ آپ کی تھوڑی دیر کی صحبت بھی انسانی دماغ پر وہ مفید اثرات ڈالتی ہے کہ پھر وہ تمام عمر مٹ ہی نہیں سکتے اور آپ کی زبان مبارک سے اکثر ایسے ایسے ادبی نکات سننے میں آتے ہیں کہ چشم بصیرت روشن ہو جاتی ہے۔

راستبازی اور اصول پسندی آپ کی سرشت میں داخل ہے جو در اصل اس عصر کے واسطے چراغ ہدایت سے کم نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دور میں جبکہ فساد اور ہلاکت کی قوتیں ابھر رہی ہیں اور انسانی دماغ و ملکی تعلیم کی رو کسی دوسری طرف بہہ رہی ہے ایسی ہستی کا وجود بہت مغتنمات میں سے ہے۔

چنانچہ یہ انتخاب جس کا نام میں نے "**خیابان عرفا**"

رکھا ہے۔ جناب ممدوح کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔

اور امید رکھتا ہوں کہ اس ناچیز پیشکش کو جسے میں نے اس

ذوق کے تتبع میں آپ کی تراشویں (۸۲) سالگرہ کی مبارک

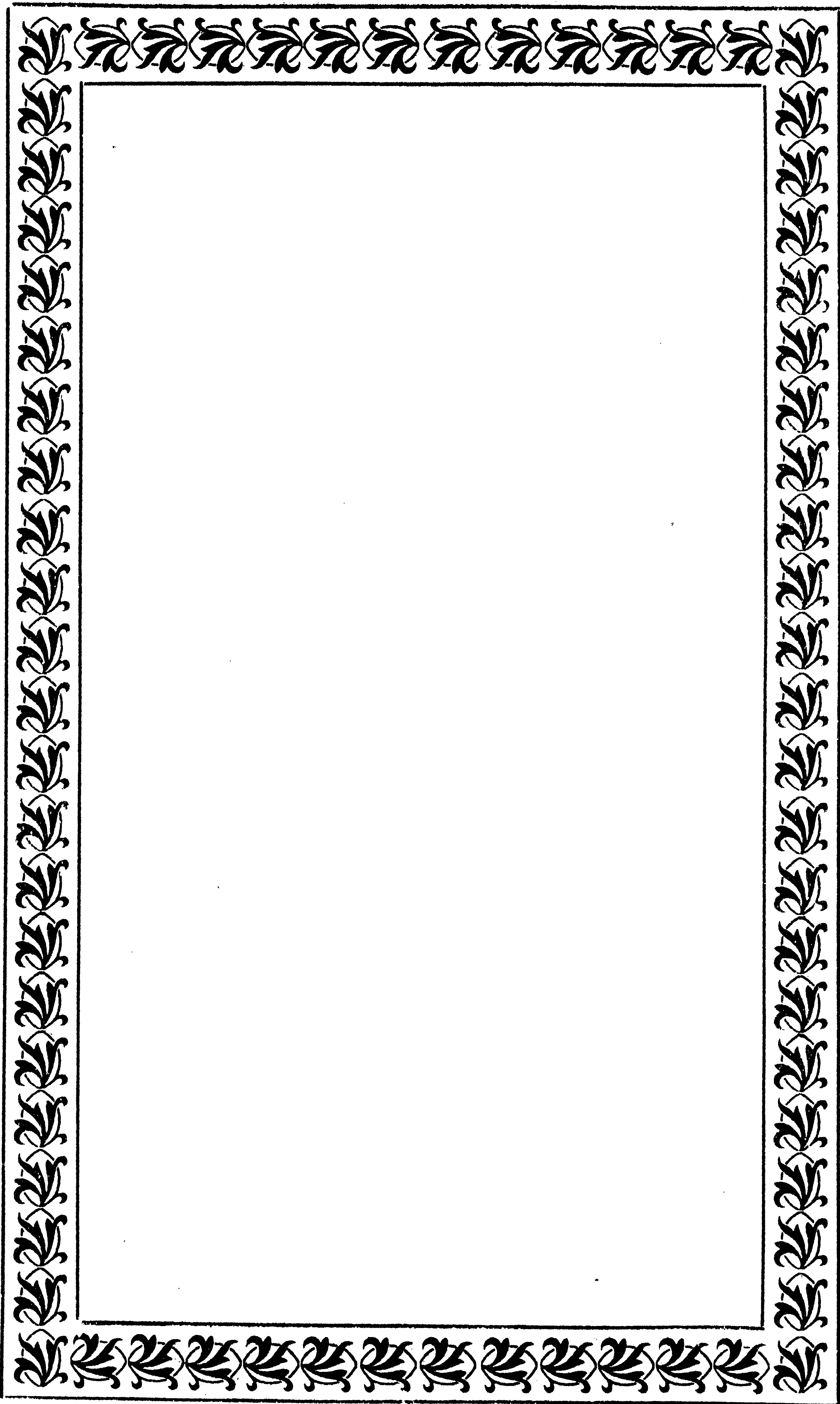
یادگار میں ترتیب دیا ہے شرف قبولیت بخشا جائے گا فقط

سید محمد حسن بلگرامی

مارچ ۱۹۲۲ء

خیرات آباد

حیدرآباد دکن



طبقات خیابان عرفان

فہرست اسماء شعرا جنکے کلام سے یہ مجموعہ انتخاب کیا گیا

الف

ابو سعید مہنہ	ابو الحسن خرقانی	ابو الفرج رونی
ابو الحسن وحی	اوحد الدین مراغی	اوجی نطیری
امیر مغیث محوی	اثیر الدین آخستگی	ابن یمین
اشراق اصفہانی	امامی خلخالی	آزاد بلگرامی
ابو سعید اعلیٰ	امیر خسرو	آقا حسین خوانساری
القاص میرزا صفوی	الفت کردستانی	ابو القاسم شیرازی
ابو زراعہ جرجانی	آقا عبدالباقی زندوی	امیر ابو اسحق
ارشد سمرقندی	اوحد الدین کرمانی	ابو الحسن بلخی

ابوالحسن بیگانہ	اہلی شیرازی	ابوالوفا خوارزمی
اخگر کرمانی	احمد ملاطی	ابوسعید برغش شیرازی
انوری ابیوردی	ابوسلہک گرگانی	ارشدی ماوراء النہری
اسکندر	ابوالفوارس شاہ شجاع مظفری	ایزدی یزدی
ابونصر فارابی معلم ثانی	ابراہیم اردوبادی	ابوطالب ترشیزی
ادائی یزدی	امید ہمدانی	اشرف مقدسی
ابوالفتح مرزا جاہی	شیخ آذری	انسان
اشرف	امیر حسینی سادات	احسن بلگرامی
امیر محمد یوسف شاہ ہراتی	ڈاکٹر سر محمد اقبال	سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

ب

بابا افضل کوہی	بوعلی قلندر شرف	بوعلی سینا بلخی
بہاء الدین آملی	بابا فغانی شیرازی	باقر مشہدی
بینوا دہلوی	بیکسی غزنوی	بہار آملی

بخشی	بیخبر	بیاض
باعث ہمدانی	بایزید بسطامی	بدیعی سیستانی
پندار رازی	بدیہی سجاوندی	بہاءالدین بغدادی
میر باقر داماد اشراق	بیرم خان خانخاناں	باقر لکھنوی
باقی نا ایینی	بینوائی بدخشانی	سلطان بایزید

ت

تاراج اصفہانی	تمکین شیروانی	

ث

ثنائی کشمیری	ثاقب کاکوروی	

ج

جامی	جعفر کاشی	جلال الدین اکبر شاہ
مولانا جلال الدین رومی	جہانگیر بادشاہ	جلال الدین ابوالخیر عاشق
جمال الدین عبدالرزاق	جمالی اردستانی	جیفتی

ح

حکیم سنائی | علی حزیں | حکیم نظام الدین علی کاشانی
ملا حیاتی گیلانی | حکیم رکنائی کاشی | حکیم قاآنی
حکیم میرزا محمد | حالی پانی پتی | حکیم خاقانی
حاجی | حسین یزدی | حافظ شیراز
حقی خوانساری | حمیدی بلخی | حفظ اخاابن سعد اللہ خان وزیر
حافظ جالندھری | حسن دہلوی | حسن علی یزدی
حکیم رکنائی مسیح | حکیم فغفور لاہجی | حسرتی دہلوی

خ

عمر خیام | خواجہ معین الدین چشتی | خواجہ عبداللہ انصاری
خلیفہ سلطان | خواجہ حسین مروی | خفی خوانساری
خان اعظم موسوم بعزیز کوکا | خاکی شیرازی | خواجہ افضل الدین محمد ترکہ
خلیفہ اصفہانی | خان زمان علی قلیخان سلطان | خواجہ علی نعیم

س

سحابی استرآبادی	سرمد	سدیدالدین اعور کرماج
سیری غزنوی	سید حسن غزنوی	سلمان ساوجی
سیف الدین باخرزی	سلطان قاچار	سید شرف الدین اشرفی سمرقندی
سلطان حسین میرزا	سلطان سنجر سلجوقی	سلطان ولد
سعدالدین حموی	سائر اردوبادی	سالک یزدی
سعید گیلانی	سلطان علاء الدین سلجوقی	سیف الدین آئینی
سید محمد جامہ باف		

ش

شیخ عطار	شاہ بدخشی	شفیع خراسانی
شہاب الدین مقتول	شیخ فخرالدین	شیخ روزبہان صوفی
شیخ نظام الدین احمد صانع بلگرامی	شیخ عماد فقیہ کرمانی	شمس الدین کرمانی
شاپور	شیخ شاہ نظر قمشہ	شیخ عبدالسلام پیامی

شاہ طہماسپ | شاہ نعمت اللہ ولی | شیخ سعدی شیرازی

شرف یزدی | شاہ سنجان خافی | شفیق بلخی

شحنہ مازندرانی | شاہ ولایت اللہ | شیخ نجم الدین کبریٰ

شہید بلخی | شیخ عراقی | شیخ رباعی مشہدی

شریف جرجانی | شیخ نظام الدین گنجوی | شیخ عماد الدین فضل اللہ

شوقی یزدی | شرف یحییٰ منیری | شیخ مغربی تبریزی

شمس الدولہ محمد بلخی

ص

صالح شیرازی | صدر الدین نیشاپوری | صائب

صدر | صفی رازی

ط

طالب آملی | طالعی

ظ

ظہوری | ظہیر الدین شفروہ | ظہیر فاریابی
ظہیرا

ع

عرفی شیرازی | عاقل | عبدالباقی نہاوندی
عبدالرزاق فیاض | عجم قلی بیگ ذوالقدر | علی رضا تجلّی
عہدی ساوجی | عاشق اصفہانی | عماد کرمانی
عبید زاکانی | عین القضاۃ ہمدانی | عیشی لکھنوی
عارف | عنایت تبریزی | عنایت اللہ خاں آشنا
علاء الدین اوحدی | عزیز کاشی | عبدالرحیم خانخاناں
علی قلی خاں والہ

غ

غلام قادر گرامی | غالب دہلوی | غیرت ہمدانی
غیاثائی حلوائی | غزالی مشہدی | غیوری کابلی

غربتی غنی کشمیری

ف

فخر رازی فردی اردبیلی فکری خراسانی

فانی فیضی ہندوستانی فیضی تربتی

فصاحت خان رازی فضلی جریاد قانی فیض کاشانی

فیاض لاہجانی فدائی لاہجی فوقی یزدی

فرخی فائض فریدالدین احوال سنقرائی

ق

قاسم قاسم الانوار تبریزی قاضی عبداللہ

قزلباش خان مرحوم قتالی خوارزمی قابوس دستگیر

قاضی میر حسن قاسم مشہدی قادری ہندوستانی

ک

کمال الدین اسمٰعیل کاہلی کابلی کمال

کیخسرو خاں | کمال الدین اصفہانی | کوکب کشمیری

کاوس جرجانی دیلمی

ل

لطفی تبریزی | لکزی داغستانی | لطف علی بیگ شامی چرکس

م

مومن یزدی | محمد امین خادم استرآبادی | مغربی

مرشد یزدجردی | محمد جان قدسی | مرزا عرب ناصح تبریزی

میر سنجر کاشی | مرزا عبدالقادر بیدل | مجدالدین محمد تاثیر النوی

مرزا حسن واہب | متین | مرزا رفیع دستور

مرزا جلال امیر | میر علی جردیاقانی | میر معصوم کاشی

مظفر حسین کاشی | میرزا مقیم ہمت | میرزا شریف تجرید

منصور وامغانی | ملا محمد سعید اشرف | محمد افضل سرخوش

مسعود سعد سلمان | ملا محسن فیض | ملا محمد صادق

ملا رشدی رستم واری	منصف قاچار	محمد غزالی
مجبر بیلقانی	مراد قزوینی	مقیمی
مظفر کرمانی	معین شیرازی	مہدی کوکب
میر تربتی	مشتاق	ملا ایک قمی
میر کیکاوس قابوس	میرزا فصیحی ہروی	ملا محمد صوفی
ملا شرف الدین علی یزدی	میرزا حنیف امین	مجد الدین بغدادی
محمد سعید حکیم تنہا	محمد قاسم مشہدی	ملک شمس الدین کرت
منہی زواری	محمود	محمد قلی سلیم
میر محتشم	مجذوب	مومن دہلوی
مولوی یوسف علی	میرزا مہدی عالی	میرزا جلال الدین حسن صلا شہرستانی
میرزا خلیل	موتمن الدولہ اسحٰق خاں	میرزا محمد تقی نصیری
مہدی اصفہانی	ملا محمد رضا شانی	میرزا احسن خاں الفت
مرزا صالح الرضوی	مرزا محمد حسن نورس	مرتضی قلی خاں شاملو

میرزا محمد تقی	میرزا حیدر رضوی	محتشم کاشی
میرزا عبداللہ منشی	معین استرآبادی	میر محمد حنیف الفت
میرزا فصیح	میرزا مہدی خاں کوکب	

ن

نعمت اللہ کرمانی	نقی کمرہ	نصیر الدین طوسی
نظیری نیشاپوری	نجم الدین دایہ رازی	نساخ
نصرت اللہ خاں نثار	نجم الدین خوارزمی	نیازی استرآبادی
نواب صدیق حسن خاں	نورالدین محمد فراری گیلانی	نصیر الدین اصفہانی
نجم الدین رازی	نشاط اصفہانی	نزاری قہستانی
نظیری	نامی	نصرت
نطقی نیشاپوری	ناظر کازرونی	ناظم ہروی
نواب شاہ جہاں بیگم		

و

واله یزدجردی | وحشت بختیاری | دلی دشت بیاضی
وقوعی سمنانی | واقف دہلوی

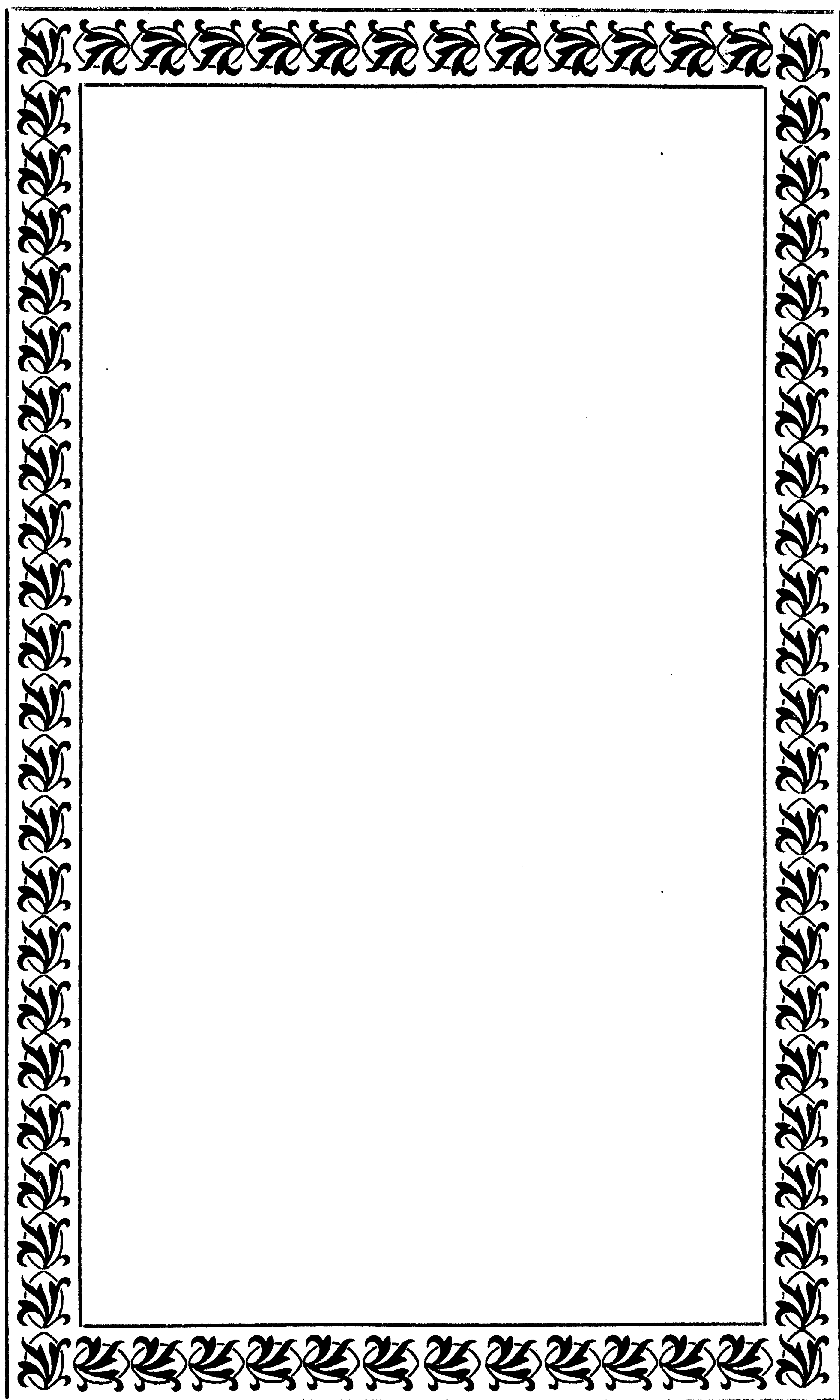
ہ

ہاوی ابرقوہی | ہلالی | ہاتف اصفہانی
ہاشم کشمیری | ہمت اردبیلی | ہدایت طبرستانی
ہمایون بادشاہ

ی

یقینی لاہیجی | یوسف علی بیگ انیسی | نظیری
یحییٰ کاشی | یعقوب ترکمان | یوسف بلگرامی
یحییٰ نیشاپوری







توحید و معرفت

بابا افضل کوہی

اے ذاتِ تو سرِ دفترِ اسرارِ وجود　　نقشِ رقمت بر در و دیوارِ وجود
در پردۂ کبریا نہاں گشتہ زخلق　　بنشستہ عیاں بر سرِ بازارِ وجود

بابا افضل کوہی

اے نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی　　اے آئینۂ جمالِ شاہی کہ توئی
بیروں ز تو نیست ہرچہ در عالم ہست　　از خود بطلب ہرانچہ خواہی کہ توئی

بابا افضل کوہی

در پس منگر دمے و در پیش مباش — باخویش مباش و خالی از خویش مباش
خواہی کہ غریقِ بحرِ توحید شوی — مشنو۔ منگر۔ مگو۔ میندیش مباش

بابا افضل کوہی

ناکردہ دمے انچہ ترا فرمودند — خواہی کہ چناں شوی کہ مرداں بودند
تو راہ نرفتہ از آں ننمودند — ورنہ کہ زد ایں در کہ درش نکشودند

بابا افضل کوہی

اے آنکہ شب و روز خدا می طلبی — کوری اگر از خویش جدا می طلبی
حق با تو بہر زماں سخن می گوید — سرتاقدمت منم کرا می طلبی

شیخ عطار

یارب چہ نہاں چہ آشکارا کہ توئی　　نہ عقل رسد نہ علم آنجا کہ توئی

آخر بکشائے بردل بستہ درے　　تا غرقہ شوم دران تماشا کہ توئی

شیخ عطار

نہ عقل بہ سرحد کمالِ تو رسد　　نہ جاں بہ سراچۂ وصالِ تو رسد

گر جملۂ ذرّات جہاں دیدہ شود　　ممکن نبود کہ در جمالِ تو رسد

شیخ عطار

عقلے کہ بسے رہبرِ خود ساختمش　　در معرفت خدائے بگداختمش

عمرم برسید تا بدیں عقلِ ضعیف　　بشناختم اینقدر کہ نشناختمش

شیخ عطار

دل عاشقِ روی تست با عہد درست ... جان طالبِ وصلِ تست از روز نخست
آنکس کہ نہ جُست وصلِ تو ہیچ نیافت ... وانکس کہ ترا یافت دگر ہیچ نجست

شیخ عطار

در ذاتِ خدا فکرِ فراواں چہ کنی ... جاں را ز قصورِ خویش حیراں چہ کنی
چوں تو نہ رسی بہ کُنہ یک ذرّہ تمام ... در کُنہ خدا دعوئے عرفاں چہ کنی

شیخ عطار

می پنداری کہ جاں توانی دیدن ... اسرارِ ہمہ جہاں توانی دیدن
ہر گاہ کہ بینش تو گردد بکمال ... کورئی خود آں زماں توانی دیدن

شیخ عطار

اربابِ نظر بسے بیندیشیدند هر یک بدرت راہ دگر بگزیدند
حاصل بجز از عجز نیامد ہمہ را واخر ہمہ از عجز طمع بُبریدند

شیخ عطار

پروانہ بہ شمع گفت یارم باشی گفتا کہ اگر شکستۂ زارم باشی
خود را بمیان آتشے پاک بسوز گرمی خواہی کہ درکنارم باشی

شیخ عطار

اے آنکہ کمال خردہ داناں دانی خاصیت پیران و جواناں دانی
گر در صفت زبانم از کار بشد دانم کہ زباں بے زباناں دانی

ابوسعید مہنہ

مجنون تو کوہ را ز صحرا نشناخت
دیوانۂ عشق تو سر از پا نشناخت
ہر کس بتو رہ یافت ز خود گم گردید
آنکس کہ ترا شناخت خود را نشناخت

ابوسعید مہنہ

اے در دلِ من اصل تمنا ہمہ تو
وے در سرِ من مایۂ سودا ہمہ تو
ہر چند بہ روزگار در می نگرم
امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو

ابوسعید مہنہ

گفتم کہ کئی تو بدین زیبائی
گفتا خود را کہ من خودم یکتائی
ہم عشقم و ہم عاشق و ہم معشوقم
ہم آئینہ ہم جمال ہم بینائی

ابوسعید مہنہ

اے آنکہ گشائندۂ ہر بند توئی بیرون زعبارت چہ و چند توئی
این دولتِ من بس کہ منم بندۂ تو ایں عزتِ من بس کہ خداوند توئی

ابوسعید مہنہ

در عالم اگر فلک اگر ماہ و خور است از بادہ ہستی تو پیمانہ خور است
فارغ زجہانے و جہاں غیر تو نیست بیرون زمکانے و مکاں از تو پر است

ابوسعید مہنہ

رفتم بہ طبیب و گفتم از درد نہاں گفتا از غیر دوست بر بند زباں
گفتم کہ غذا گفت ہمیں خونِ جگر گفتم پرہیز گفت از ہر دو جہاں

ابوسعید مہنہ

اے آنکہ تو حالِ دلِ نالاں دانی   احوالِ دلِ شکستہ حالاں دانی
گر خوانمت از سینۂ سوزاں شنوی   ور دم نہ زنم زبانِ لالاں دانی

سحابی استرآبادی

صاحب نظر آنکہ زندۂ جاویدند   وارستہ ز بیم و فارغ از امیدند
در ہر چہ نظر کنند او را بینند   ذرّاتِ جہاں آئینۂ خورشیدند

سحابی استرآبادی

آں گنجِ خفی نہ کرد ظاہر شاں را   تا خلق نہ کرد حضرتِ انساں را
شمع است نمایندۂ کس در شبِ تار   ہر چند کہ خود ساختہ باشد آں را

سحابی استرآبادی

عالم بہ فغانِ لا الہ الّا ہوست — جاہل بگماں کہ دشمن است ایں یا دوست

دریا بوجودِ خویش موجے دارد — خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

سحابی استرآبادی

ہر چیز کہ جز خدائے نامے چند است — نامے چند است و ہر یکے چند است

تکلیف و نماز و حج و ہر چیز کہ ہست — جو شے زپئے پختن خامے چند است

سحابی استرآبادی

در تافتہ است آفتابے احدے — ہر ہر ذرّہ زآفتابے صمدے

خفاش وشاں ازیں ندارند خبر — نورِ ازلی کجا و نورِ احدے

سحابی استرآبادی

از خویش رمیدہ را چہ مسجد چہ کنشت
توحید گزیدہ را نہ خوب است نہ زشت
خلقے ز پئے بہشت بے آرامند
ویں طرفہ کہ نیست جز در آرام بہشت

سحابی استرآبادی

دیروز بہ بازار شدم بشگفتم
آئینہ آویختہ دیدم گفتم
آخر چہ گناہ داری اے آئینہ
گفتا کہ جمال دیدم و نہفتم

سحابی استرآبادی

بستاں از دستِ ساقیٔ ما بادہ
تا مست ازل شوی زمرگ آزادہ
عیسیٰ آنست کو دلے زندہ کند
کائیں زندہ تن بمردن است آمادہ

سحابی استرآبادی

گر چوں مہ و خور بنور باشی باشی
ہمچوں بُت گر بہ بت تراشی باشی

موجود بحق باش و عدم خود را بیں
تا آں روزے کہ ہم نباشی باشی

جامی

(۱۱)

یارب۔ دِل پاک و جان آگاہم دہ
آہِ شب و گریۂ سحر گاہم دہ

در راہِ خود اول ز خودم بیخود کن
آنگاہ ز بیخودی بہ خود راہم دہ

جامی

اعیاں ہمہ شیشہ ہائے گوناگوں بود
کافتاد برآں پرتوِ خورشید وجود

ہر شیشہ کہ بود سُرخ یا زرد و کبود
خورشید دراں ہم بہ ہماں رنگ نمود

جامی

ہمسایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست   در دلق گدای و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہانخانہ جمع   باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

جامی

نہ در مسجد گزارندم کہ رندی   نہ در میخانہ کایں خمار خام است
میانِ مسجد و میخانہ راہے ست   غریبم عاشقم آں رہ کدام است

جامی

چوں دلبر من زپردہ رو ننماید   کس نتواند کہ پردہ زو بکشاید
گر جملہ جہاں پردہ شود باکے نیست   آنجا کہ پئے جلوہ جمال آراید

جامی

در مذہبِ اہلِ کشف و اربابِ خرد — ساریست احد در ہمہ افراد عدد
زیرا کہ عدد گرچہ بروں ست ز حد — ہم صورت و ہم مادہ اش ہست احد

جامی

معشوقہ یکیست لیکہ بنہادہ بہ پیش — از بہر نظارہ صد ہزار آئینہ بیش
در ہر یک ازاں آئینہ ہا بنمودہ — ہر قدر صقالت و صفا صورت خویش

جامی

اے دل طلبِ کمال در مدرسہ چند — تکمیل اصول و حکمت و ہندسہ چند
ہر فکر کہ جز ذکرِ خدا وسوسہ است — شرمے ز خدا بدار ایں وسوسہ چند

جامی

یک لحظہ اگر دلِ حزین بد بیند
آسودگی روے زینت بد بیند

گر مہرِ خدا است نقش بر خاتمِ دل
عالم ہمہ در زیرِ نگین بد بیند

جامی

تا یادِ خدا در دلِ انسان باشد
اندیشہ کیش زنفس و شیطان باشد

خفاش نیارد کہ برآید در روز
ہر چند کہ آفتاب پنہاں باشد

جامی

از کعبہ رواں ہر سرِ کایں محمل کیست
ایں بانگِ جرس نیست صداے دلِ کیست

آں کعبہ کہ خانۂ خدا ایست بجاست
ایں کعبہ کہ جلوہ میکند منزلِ کیست

جامی

اے فضلِ تو دستگیرِ من دستم گیر سیر آمدہ ام ز خویشتن دستم گیر
تا چند کنم توبہ و تا کے شکنم اے توبہ دہِ توبہ شکن دستم گیر

جامی

چوں قدرِ بہ نیستی ست ہستی کم کُن ہستی بُتِ تست بت پرستی کم کن
از ہستی و نیستی چو فارغ گشتی مینوش شرابِ شوق و ستی کم کن

جامی

گر نیک نیم نیک پرستم بارے گر بادہ نیم ز بادہ مستم بارے
گر اہل مناجات نیم اینم بس کز اہلِ خراباتِ تو ہستم بارے

نعمت اللہ کرمانی

دل مغز حقیقت است و تن پوست ببیں
در کسوتِ روح صورت دوست ببیں

ہر ذرّہ کہ او نشان ہستی دارد
یا پرتوِ نور اوست یا اوست ببیں

نعمت اللہ کرمانی

اے آنکہ طلبگار جہان جانی
جانی و دلی و بلکہ خود جانانی

مطلوب توئی طلب توئی طالب تو
دریاب کہ خود ہر انچہ جوئی آنی

نعمت اللہ کرمانی

تا جامعِ اسرار الٰہی نشوی
شایستہ تختِ بادشاہی نشوی

تا غرقہ دریا نشوی ہمچوں ما
دانندۂ حال ما کماہی نشوی

نعمت اللہ کرمانی

سازندہ اگرچہ ساز نیکو سازد اما بے ساز ساز چوں نوازد
من آئینہ ام کہ می نمایم اورا او خالقِ من کہ او مرا می سازد

نعمت اللہ کرمانی

کو دل کہ بداند نفسے اسرارش کو گوش کہ بشنود ز من گفتارش
معشوق جمال می نماید شب و روز کو دیدہ کہ تا برخورد از دیدارش

بو علی قلندر شرف

اے آنکہ ز نورِ تو دو عالم روشن پنہاں تو بہ عالمی چو جاں اندر تن
ما منتظرِ جمالِ وحدت باشیم پس پردہ کثرت از رخِ خویش فگن

بوعلی قلندر شرف

نامد خبرے کہ از کجا ایم ہمہ / وزبہر چہ در حیات ما ایم ہمہ

چوں در تہ خاک می رویم آخر کار / پس ما بسرِ خاک چرا ایم ہمہ

بوعلی قلندر شرف

یادش بہ دلِ کافر و دیندار یکیست / چوں رشتہ کہ در سبحہ و زنار یکیست

گر چشم بصیرتِ تو باز است شرف / در دیر و حرم جلوۂ دیدار یکیست

مولانا جلال الدین رومی

رو دیدہ بپوش تا دلت دیدہ شود / زاں دیدہ جہاں دگرت دیدہ شود

گر تو ز پسندِ خویش بیروں آئی / کارت ہمہ سربسر پسندیدہ شود

مولانا جلال الدین رومی

عشق از ازل است تا ابد خواہد بود
جوئندۂ عشق بے عدد خواہد بود
فردا کہ قیامت آشکارا گردد
ہر دل کہ نہ عشق ست در و رد خواہد بود

مولانا جلال الدین رومی

بے روے تو بلبلاں گلستاں چہ کنند
بے یاد تو عاشقاں بتاں چہ کنند
یک جرعہ شراب شوق در جامم ریز
وانگاہ نظارہ کہ مستاں چہ کنند

مولانا جلال الدین رومی

رفتم بہ کلیسیاے ترسا و یہود
ترسا و یہود جملہ را روئے تو بود
از شوق جمالِ تو بہ بت خانہ شدم
تسبیح بتاں زمزمۂ ذکر تو بود

مولانا جلال الدین رومی

ہجرِ تو اگر نہ آفتِ جاں بودے
بے روے تو زندہ بودن آساں بودے
زینگونہ جدائی کہ میانِ من و تست
اے کاش میانِ ما و ہجراں بودے

مولانا جلال الدین رومی

چوں بُت رخ تست بت پرستی خوشتر
چوں بادہ ز جام تست مستی خوشتر
از ہستیٔ عشق تو چناں نیست شدم
کاں نیستی از ہزار ہستی خوشتر

مولانا جلال الدین رومی

کامل نشوی بہ ہم نشین ناقص
ناقص مانی تو از قرین ناقص
مستان شرابِ عشق گفتند ہمہ
کفرے بکمال بہ ز دینِ ناقص

مولانا جلال الدین رومی

گرداں بہ ہوائے یار چوں گردونیم — بیچوں داند کہ ما دریں غم چونیم
ما خیرہ کہ عاقلاں چرا ہشیارند — ایشاں حیراں کہ ما چرا مجنونیم

عمر خیام

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیدا ست — آں صورتِ آں کس ست کاں نقش آرا ست
دریائے کہن جو بر زند موجے نو — موجش خوانند و در حقیقت دریا ست

عمر خیام

ساقی قدحے کہ ہست عالم ظلمات — جز روئے تو نیست درجہاں آبِ حیات
از جان و جہاں ہرچہ در عالم ہست — مقصود توئی و بر محمد صلوات

عمر خیام

یک جرعۂ مے ز ملکِ کاوس بہ است
وز تخت قباد و مملکت طوس بہ است
ہر نالہ کہ رندے بسحرگاہ زند
از نالۂ زاہدانِ سالوس بہ است

عمر خیام

قومے ز گزاف در غرور افتادند
قومے ز پئے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پردہا بردارند
کز کوی تو دور دور افتادند

عمر خیام

کس را پس پردۂ قضا راہ نشد
وز سِرّ خدا ہیچ کس آگاہ نشد
ہر کس ز سرِ قیاس چیزے گفتند
معلوم نہ گشت و قصہ کوتاہ نشد

عمر خیام

من بے مئے ناب زیستن نتوانم   بے جام کشیدہ بار تن نتوانم
من بندۂ آں دمم کہ ساقی گوید   یک جامِ دگر بگیر و من نتوانم

عمر خیام

من بادہ خورم ولیک مستی نکنم   الا بقدح دراز دستی نہ کنم
دانی غرضم ز مے پرستی چہ بود   تا ہمچو تو خویشتن پرستی نہ کنم

عمر خیام

ما خرقۂ زہد در سرِ خُم کردیم   وز خاکِ خرابات تیمّم کردیم
باشد کہ درونِ میکدہ ہا دریابیم   عمرے کہ دریں مدرسہ ہا گم کردیم

عمر خیام

قومی متفکر اند در مذہب و دیں جمعی متحیر اند در شک و یقین
ناگاہ منادئی بر آمد ز کمیں کای بیخبران راہ نہ آنست و نہ ایں

عمر خیام

پیری دیدم بخواب مستی خفتہ وز گرد شعور خانۂ تن رفتہ
می خوردہ و مست خفتہ و آشفتہ اللہ لطیف بعبادہ گفتہ

عمر خیام

مائیم بہ لطف تو تولا کردن وز طاعت و معصیت تبرا کردن
انجا ز عنایت تو باشد باشد ناکردہ چو کردہ کردہ چون ناکردن

عمر خیام

اے در رہِ بندگیت یکساں کہ ومہ　　در ہر دو جہاں خدمت درگاہ تو
نکبت تو ستانی و سعادت تو دہی　　یارب تو بہ فضلِ خویش بستاں و بدہ

عمر خیام

اے دل ز غم جسم اگر پاک شوی　　تو روح مجرّدی بر افلاک شوی
عرش است نشیمن تو شرمت بادا　　کائی و مقیم خطۂ خاک شوی

نقی کمرہ

پرسیدم از و چو باعثِ ہجراں را　　گفتا سببے ہست۔ بگویم آں را
من چشم توام اگر نہ بینی چہ عجب　　من جان توام کسے نہ بیند جاں را

سرمد

سرمد جسمے ست جانش در دست کسے
تیرے ست دلے کمانش در دست کسے
میخواست کہ آدم شد از دام جہد
گاوے شد و ریسمانش در دست کسے

سرمد

اے نیخبر از ہستی خود ہمچو کتاب
در جلد تو آیات الٰہی بہ حجاب
یعنے ز تو حق پدید و تو از اثرش
آگاہ نۂ چو شیشہ از بوے گلاب

سرمد

مشہور شدی بہ دلربائی ہمہ جا
بے مثل شدی در آشنای ہمہ جا
من عاشق ایں طور تو ام می بینم
خود را نہ نمائی و نمائی ہمہ جا

سرمد

نابود شدم بود ندانم چیست　　اخگر شده ام دود ندانم چیست
دل دادم و جان دادم و ایمان دادم　　سود است دگر سود ندانم چیست

سرمد

سرمد که ز جام عشق مستش کردند　　کردند سر افرازش و پستش کردند
میخواست خدا پرستی و ہشیاری　　مستش کردند و بت پرستش کردند

سرمد

دنیا نکنم طلب که کمتر ز خس است　　بے دولتِ دیدارِ تو دین ہم ہوس است
خواہانِ وصالم و ہمین است سخن　　در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

سرمد

سرمد۔ تو حدیث کعبہ و دیر مکن ۔۔۔ در وادی شک چو گمرہاں سیر مکن
رو شیوۂ بندگی ز شیطاں آموز ۔۔۔ یک قبلہ گزیں و سجدہ بر غیر مکن

سرمد

اے خانہ خراب از خدا بے خبری ۔۔۔ اے موج سراب از خدا بے خبری
ایں ہستی موہوم تو نقش ست بر آب ۔۔۔ اے جوشِ حباب از خدا بے خبری

جعفر کاشی

چوں نوبت میکشی بہ منصور افتاد ۔۔۔ از بادۂ کہنہ در سرش شور افتاد
در گفتنِ رازِ عشق بیتابی کرد ۔۔۔ کم حوصلہ را شراب پُر زور افتاد

جعفرِ کاشی

حاجی برہِ کعبہ گر رنجہ مشو	در بادیہ لبیک زناں ہرزہ مدو
مستانہ بہ میخانہ درآ نیم شبے	یک نالہ کش و ہزار لبیک شنو

میرزا ابوالحسن وحی

عرفاں بخدا کسے ندارد بخدا	نہ جاہل ازاو باخبر و نہ دانا
در دیدۂ مور کے درآید گردوں	در حوصلۂ قطرہ نہ گنجد دریا

علی حزیں

جمعیت خویش را پریشاں کردیم	دل بر سرِ چشم تیرہ ویراں کردیم
از کعبہ تمام عمر دزدیدم خشت	تعمیر کلیسیائے گبراں کردیم

علی حزیں

یا رائے زباں کو کہ ثنائے تو کنیم
توصیف کمال کبریائے تو کنیم

چیزے بہ بساط ما تہید ستان نیست
جانے کہ تو دادۂ فدائے تو کنیم

علی حزیں

غفلت زدہ ام خاطر آگاہم دہ
افسردہ دلم آہ سحرگاہم دہ

عمریست کہ رواز دو جہاں تافتہ ام
اے قبلۂ مقبلاں بخود راہم دہ

حکیم سنائی

ہر ذرہ کہ بر روئے زمینے بودست
خورشید رخ زہرہ جبینے بودست

گرد رخ از آستیں بآزرم فشاں
کاں ہم رخ خوب نازنینے بودست

حکیم سنائی

کو راہ روی کہ رہ نوردش گویم
یا سوختۂ کہ اہل دردش گویم

ہر کس کہ میانِ شغلِ دنیا نفسے
با او باشد ہزار مردش گویم

مومن یزدی

خواہم دلے از تنگ تمنا رستہ
جائے ز تعلقات دنیا رُستہ

بر تخت جم و کلاہِ کے خندہ زند
رندِ سر و پا برہنۂ وارُستہ

ابو علی سینا بلخی

اے کاش بدانمے کہ من کیستمے
سرگشتہ بعالم زپئے چیستمے

گر مُقبلم آسودہ و خوش زیستمے
ورنہ بہزار دیدہ بگریستمے

یقینی لاہجی

در مذہب ما سبحہ و زنار یکیست   بت خانہ و کعبہ مست و ہشیار یکیست
گر ہمچو یقینی ز خودی باز رہی   دانی کہ دریں چمن گل و خار یکیست

نصیر الدین طوسی

موجود بحق واحد اول باشد   باقی ہمہ موہوم و مخیّل باشد
ہر چیز جز او کہ آید اندر نظرت   نقش دو مین چشم احول باشد

رضی آرتیمانی

شوخی کہ تمام پائے بستم اورا   بے منتِ جام و بادہ مستم اورا
گفتا مپرستید بہ غیر از من کس   غیر از تو کسے کو کہ پرستم اورا

عرفی شیرازی

عرفی گلہ سر مکن کہ جائے گلہ نیست
توفیق رفیق ہر تنک حوصلہ نیست

ہر چاہ کہ ہست یوسفے در وے ہست
صاحب نظرے لیک بہر قافلہ نیست

عرفی شیرازی

آنانکہ غم تو برگزیدند ہمہ
در کوی شہادت آرمیدند ہمہ

در معرکۂ دو کون فتح از عشق است
با آنکہ سپاہ او شہیدند ہمہ

محمد امین خادم استرآبادی

ذاتِ واحد کہ ہست یکتا و وحید
از فرطِ ظہورِ خویش پنہاں گردید

از غایت نزدیک شدن پنہاں است
از چشم تو آں چیز کہ نتوانی دید

ہمت اردبیلی

در عالم ایجاد اگر خوار توام بیقدر متاعم و بہ بازارِ توام
مخلوقِ توام اگرچہ طاعت نکنم در کارِ تو نیستم ولے کارِ توام

شاہ بدخشی

یارے کہ ترا خود رہاند دگرست کاریکہ ز تو ہیچ نماند دگرست
ما منکرِ راہِ مسجد و کعبہ نہ ایم راہیکہ بمقصود رساند دگرست

شاہ بدخشی

آخر یابد ہر کہ ز صدقش جوید تخمے کہ بجا فتاد آخر روید
گویند کہ ہر کہ یافت حرفے نہ زند نے نے غلط است ہر کہ یابد گوید

شفیع خراسانی

دُردی کش بادۂ محبت مائیم　　پیمانہ گسار بزم الفت مائیم
آئینۂ ہفتاد و دو ملت مائیم　　با اینہمہ معنی تو وصورت مائیم

مغربی

من مست وخراب مے پرست آمدہ ام　　مدہوش ز بادۂ الست آمدہ ام
ہان ظن نہ بری کہ باز گردم ہشیار　　ہم مست روم ازاں کہ مست آمدہ ام

فخر رازی

ہرگز دِل من ز علم محروم نشد　　کم ماند ز اسرار کہ مفہوم نشد
ہفتاد و دو سال فکر کردم شب و روز　　معلومم شد کہ ہیچ معلوم نشد

ابوالحسن خرقانی

اسرارِ ازل را نہ تو دانی و نہ من —ویں حرف معما نہ تو خوانی و نہ من

ہست از پسِ پردہ گفتگوئے من و تو — گر پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

ابوالفرج رونی

تا یک نفس از حیات باقیست مرا — در سر ہوسِ شراب و ساقیست مرا

کاریکہ من اختیار کردم ایں بود — باقی ہمہ کار اتفاقیست مرا

شہاب الدین مقتول

ہاں تا سر رشتہ خرد گم نہ کنی — خود را ز برائے نیک و بد گم نہ کنی

رہ رو توئی و راہ توئی منزل تو — ہشدار کہ راہ خود بخود گم نہ کنی

سدید الدین اعور کرماج

قلب تو ز نورِ معرفت عور چراست | بینی تو بر روئے تو چوں گور چراست
ابلیس اگر نیستی اے مردک زشت | پس راست بگو چشمِ چپت کور چراست

خواجہ معین الدین چشتی

سیل را نعرہ از آنست کہ از بحر جداست | وانکہ با بحر در آمیختہ خاموش آمد
نکتہا دوش لبم گفت و شنید از لبِ یار | کہ نہ ہرگز بزباں رفت و نہ در گوش آمد

میر مخدوم

آنکس کہ جز او نیست بہ عالم موجود | قیومِ وجود است وہم از اصل وجود
در ہر اسمے اگرچہ خود را بنمود | از اسم کجا شود مسمّٰی معدود

سیری غزنوی

سیری بہ حریمِ جانُ دل منزل کن   قطعِ نظر از صورتِ آب و گِل کن
جز معرفتِ الٰہ ہیچ است ہمہ   بگذر ز ہمہ معرفتے حاصل کن

حکیم نظام الدین علی کاشانی

جانے کہ بود قابلِ انوار کجاست   واں دل کہ بود محرمِ اسرار کجاست
گیرم کہ زرخ پردہ کشاید معشوق   چشمے کہ تواں دید رخ یار کجاست

مُلّا حیاتی گیلانی

صوفی گوید کہ دوست درخانۂ ماست   زاہد گوید کہ در دم و دانۂ ماست
ساقی گوید بہ جام و پیمانۂ ماست   عاشق گوید بہ کوئی جانانۂ ماست

قاسم

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد　　آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی زجمال　　آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اشرف

اے آنکہ جمال تو بہ عالم مشہود　　انوار وجود تو بہ ہر شئے موجود
ہر نقش کہ بر صفحہ ہستی بینم　　نظّارۂ رخسار تو باشد مقصود

عاقل

تا نزہتِ یکرنگیٔ اشیا کردیم　　از شیشہ رہے بسنگ پیدا کردیم
یک جلوہ بہ ہر ذرّہ تجلّی دارد　　آئینہ شکستیم و تماشا کردیم

غربتی

غربتی گر روی به شهر و دیار روی در مسجد مصفّا کن
دوست را گر نمیتوانی دید خانهٔ دوست را تماشا کن

غربتی

این هستی من ز آب و خاک است وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا کاین هیئت من کُنه وجود پاک است

خان زمان علی قلی خان سلطان

عیسی نفسی که دارو حیرانم کرد چون طرهٔ خویشتن پریشانم کرد
از کفر سر زلف خودم کافر ساخت وز مصحف روی خود مسلمانم کرد

ظہوری

زاہد بحریم کعبہ جا میخواہد　راہب صنم و کلیسا میخواہد
غمناک طرب۔ خستہ شِفا میخواہد　خوش حال دلِ آنکہ ترا میخواہد

ظہوری

یارب نظرے کہ چشم جاں باز کنم　یارب جگرے کہ زمزم خود ساز کنم
یارب عشقے کہ شور در ملک نہم　یارب حُسنے کہ بر جہاں ناز کنم

ظہوری

یارب مددے کہ نفس را پست کنم　وز بادۂ عشق عقل را مست کنم
ہم بیخودے کہ از تو آگاہ شوم　ہم نیستئے کہ خویش را ہست کنم

ظہوری

اے کاہشِ زاہدان ز قہاری تو
وے نازشِ عاصیاں بہ غفاری تو
در پردہ ازیں نیم کہ رسوائی ما
دستے زدہ در دامنِ ستاری تو

حکیم رکنائی کاشی

روزیکہ تنم زیں دہِ ویرانہ برند
تابوت مرا عاقل و دیوانہ برند
ایں نقل مکانے ست کہ بیماراں را
زیں خانہ بدشگوں بآنخانہ برند

نظیری نیشاپوری

تو ہیچ بُدی کہ جسم و جانت دادند
بر کسب و عمل تاب و توانت دادند
از دادہ و نادادہ شکایت چہ کنی
کاں چیز کہ ہست رایگانت دادند

عبدالباقی نہاوندی

کو منصور و انا الحق و دار چہ شد　　کو ابراہیم و گلشن و نار چہ شد

از آمد و رفت عالم بے سر و بن　　زنہار مپرس کاخر کار چہ شد

شیخ فخرالدین

اے در طلب تو عالمے در شر و شور　　نزدیک تو درویش و توانگر ہمہ عور

اے باہمہ در حدیث و گوش ہمہ کر　　وے باہمہ در حضور و چشم ہمہ کور

شیخ فخرالدین

حالِ من خستہ گدا می دانی　　ویں دردِ دل مرا دوا می دانی

با تو چہ کنم قصہ دردِ دلِ خویش　　ناگفتہ چو جملہ حالِ ما می دانی

بہاء الدین آملی

آہنگ حجاز می نمود م من زار
کامد سحرے بگوش دل ایں گفتار
یارب بہ چہ روی جانب کعبہ رود
گبرے کہ از کلیسیا دارد عار

بہاء الدین آملی

مخمورم و در میکدہ جامی طلبم
میخانہ نشینم و خدا می طلبم
ایں طرفہ کہ با ایں ہمہ آلودگیم
تاثیر اجابت از دعا می طلبم

عبدالرزاق فیاض

دور از توام اے نگار خاکم بر سر
سیلی خور روزگار خاکم بر سر
از شعلہ جدا چو اخگرم زندہ ہنوز
خاکم بر سر ہزار خاکم بر سر

عبدالرزاق فیاض

بارِ رهِ صواب از خطا می گردیم — هر چند که رفته‌ایم وا می گردیم
او در دلِ ما در طلبش کوی بکوی — معشوقه کجا و ما کجا می گردیم

مرشد یزد جردی

گفتم ز درت به کعبه آرم رخِ سیر — شاید شویم دل از آلایشِ غیر
گفتا که چو محروم شدی از درِ ما — خواهی درِ کعبه کوب و خواهی درِ دیر

محمد جان قدسی

آن نور که زد در شجرِ طور آتش — افروخت ز دار بهر منصور آتش
رسوای حلاج نه دارد حیرت — هرگز نه شود به پنبه مستور آتش

محمد جان قدسی

وصلِ تو بکام غیر دیدن مشکل | وز دیدنِ تو طمع بریدن مشکل
گفتی کہ بمیر تا بہ وصلم برسی | مردن آسان ولے رسیدن مشکل

محمد جان قدسی

اے جانِ جہاں، جہانِ جانِ ہمہ | یارِ ہمہ و مہربانِ ہمہ
عشاق بہ ہر کنارہ می جویندت | با آنکہ ہمیشہ درمیانِ ہمہ

نجم الدین دایہ رازی

شمعے ست رُخِ خوبِ تو پروانہ منم | دل خویش غمِ تو گشت بیگانہ منم
زنجیر سرِ زلفِ تو در گردنِ تست | در گردن بندہ نہ کہ دیوانہ منم

نجم الدین دایہ رازی

ایدل تو باین مفلسی و رسوائی
انصاف بدہ کہ عشق راکے شائی

عشق آتش تیز ست و ترا آبے نہ
خاکت بر سر کہ بادمی پیمائی

راہب

خواہم کہ شراب بے غمے نوش کنم
با دختر رز دست درآغوش کنم

طبعم بہ نشاط سخت مائل شدہ است
ترسم کہ غم ترا فراموش کنم

زین خاں کوکہ

در ہجر من از طرب کنارے دارم
با نالہ و آہ روزگارے دارم

غم بر سر غم زغمگسارے دارم
باین ہمہ غم خوشم کہ یارے دارم

سید حسن غزنوی

کے بو کہ قدم ازیں جہاں برگیرم　　چون عیسیٰ راہ آسمان برگیرم
ویں دست دل از دامن غم باکنم　　ویں بار تن از گردن جاں برگیرم

ظہیر الدین شفروہ

خاکِ درِ تو چو سرمہ در دیدہ برم　　وانگہ بنظر پردۂ گردوں بدرم
تو با من و رحم نے کہ در من نگری　　من با تو و زہرہ نے کہ در تو نگرم

بابا فغانی شیرازی

یارب سببے کہ آب حسرت نخورم　　وز جام ہوا شرابِ غفلت نخورم
از نعمتِ معرفت غنی ساز مرا　　تا نانِ خساں بہ زہرِ منت نخورم

باقر مشہدی

آشفتہ چو زلفِ عنبر افشانِ توام افتادہ چو کاکلِ پریشانِ توام
گفتی کہ مرا بہ دردمنداں نظر یست من نیز یکے ز دردمندانِ توام

مرزا عرب ناصح تبریزی

از عشق رسید کارِ ہر کس بہ نظام بے عاشقِ عشق ست ہوسہا ہمہ خام
در دل عشقت بہ کہ بُوَد در سر عقل در خانہ چراغ بہ کہ مہتاب بہ بام

میر سنجر کاشی

بگذشت بہاراں و شرابے نہ زدیم در سایۂ گُل یک شرہ خوابے نہ زدیم
یار آمد و جلوہ کرد و ما بے خبراں بر دیدۂ بخت مشت آبے نہ زدیم

شیخ اوحدالدین مراغی

اے جاں بموافقت سرانداری کن — اے دل تو دریں واقعہ دمسازی کن
اے صبر تو تابِ غم نداری بگریز — اے عقل تو کودکی برو بازی کن

اوجی نظیری

بالاتر از آنی کہ بگویم چوں کن — خواہی جگرم بسوز و خواہی خوں کن
من صورتم از خویش ندارم خبرے — نقاش توئی عیبِ مرا بیروں کن

امیر مُغیث محوی

اے موسئ جاں از نہانی بشنو — از ما سخنے بہ بے زبانے بشنو
بر طور مرو کہ لن ترانی شنوی — باز آ بہ خرابات و ترانے بشنو

رفیعی

زاہد نکند گنہ کہ قہاری تو ما غرق گناہیم کہ غفاری تو
او قہارت بخواند و من غفارت یارب بہ کدام نام خوش داری تو

شیخ روزبہان صوفی

دل داغ تو دارد ارنہ بفروختمی در دیدہ توئی وگرنہ بردوختمی
جان منزل تست ورنہ روزے صد بار در پیش تو چوں سپند درسوختمی

شیخ آوری

در کوئے فنا اگر درے یافتمے باخود بہ عدم رہگذرے یافتمے
بگذشتمے ہزار منزل ز وجود گر سوی عدم راہبرے یافتمے

کمال الدین اسمٰعیل

در بند جہاں مباش و آزاد بزی   واز بادہ خراب گرد و آباد بزی
تا زندۂ از مرگ نباشی ایمن   یکبار بمیر تا ابد شاد بزی

میرزا عبدالقادر بیدل

دریا نہ کشی اگر نہنگی نہ کنی   بر کوہ نہ تازی ار پلنگی نہ کنی
یک قطرۂ تست قلزم کون و مکاں   اے حوصلۂ خیال تنگی نہ کنی

میرزا عبدالقادر بیدل

بیدل عمریست کز طلب ریدرم   در معنی تحقیق ہماں بے خبرم
صد پردہ شگافتیم و چیزے نکشود   اکنوں برخیز تا گریباں بدرم

فردی اردبیلی

در عشق دلا چه بیقرارم سازی حسرت کش دردِ انتظارم سازی
تو حوصلۂ غمش نه داری ترسم بر درگہ دوست شرمسارم سازی

طالب آملی

ما بادہ ز دست درجوانی ندہیم یک جرعہ بملک جاودانی ندہیم
زاں مے کہ خمارش چو خمارِ اجل است یک قطرہ بآب زندگانی ندہیم

طالب آملی

دل بے رُخ تو دامن پر خوں بیند گل چوں بنود سرشک گلگوں بیند
از دیدۂ خویش گر فتادم چہ عجب چشمے کہ ترا دید مرا چوں بیند

طالب آملی

کو دست که قفل استخوان بگشایم
وز هر بن مو آه و فغان بگشایم

درهم شکنیم تار و پودِ تن را
دین رشته ز پای مرغِ جان بگشایم

طالب آملی

مائیم که جام عیش بر لب داریم
خون در دل صد هزار مطلب داریم

بر تافته از صومعهٔ مذهب روی
سر در سر میخانهٔ مشرب داریم

طالب آملی

با بلبل مست نغمه پرواز غمیم
بر شاخ فغان نشسته دمساز غمیم

هرگز دل ما صفیر عیشی نزدست
ما سینه خراشیدهٔ آواز غمیم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اے بحر چرا حباب رابند کنی   بر صنعت خویشتن شکرخند کنی
دعوای نفخت فیه من روح زنی   این شیشہ گری بگو کہ تا چند کنی

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اللہ بروں ز عالم ایجاد است   اما پیدا بہ جملۂ افراد است
شک نیست کہ واحد نبود از اعداد   لکن موجود در ہمہ اعداد است

غلام قادر گرامی پنجابی

سر جلوۂ ذوق رمز ہستی مائیم   سر خط کتاب عشق و مستی مائیم
سر بر خط باطل چہ نہیم اے غافل   مجموعۂ درس حق پرستی مائیم

غالب دہلوی

یارب بہ جہانیاں دل خرّم دہ
در دعوی جنت آشتی باہم دہ

شدّاد پسر نداشت باغش ار نیست
آن مسکنِ آدم بہ بنی آدم دہ

غالب

جرگہ کہ ز زخمہ زخم بر چنگ زند
پیداست کہ از بہر چہ آہنگ زند

در پردہ ناخوشی خوشی پنہاں ست
گازر نہ زخشم جامہ بر سنگ زند

غالب

قانع نیم ار بہشت نیز م بخشند
از بخشش خاص تا چہ چیز م بخشند

امید کہ صرف رونمائی تو شود
جائے کہ بروز رستخیز م بخشند

غالب

اوراست اگر ہزار چنیرم بخشند
اوراست اگر بہشت نیزم بخشند
بر دوست فدا کنم بصد گونہ نشاط
جانے کہ بروز رستخیزم بخشند

زائرؔ

دردا کہ غم زمانہ بس جانکاہ است
اول قدمش بسوی دوزخ راہ است
فارغ بہ نشیں و غم مخور شاد بزی
ایں معنیٔ لا الہ الا اللہ است

واقف دہلوی

نے خوب مرا قبول دارد نے زشت
نے در حرم راہ نہ رویم بہ کنشت
یارب بہ کجا روم بفرما کہ من
نے درخورِ دوزخم نہ شایانِ بہشت

واقف دہلوی

در دیدۂ دیدہ دیدۂ می باید
وازہر دو جہاں بریدہ می باید

تو دیدہ نہ داری کہ بہ بینی اورا
عالم ہمہ اوست دیدۂ می باید

واقف دہلوی

در مجلس دوست زہر و پیمانہ یکیست
آہ سحر و نالہ مستانہ یکیست

در مسجد و دیر حق پرستی غرض است
گر خانہ دو تاست صاحب خانہ یکیست

نساخ

نے تخت نہ من تاج شہاں میخواہم
نے خاتم و نے مہر و نشاں میخواہم

مہر تو بدل زماں زماں میخواہم
درد و غم تو جہاں جہاں میخواہم

بینوا دہلوی

در صورتِ قطرہ سر بسر دریائیم ‏ تو ذرہ مبیں مہر جہاں آرائیم

گویند کہ کنہ ذاتِ حق نتوان یافت ‏ ما یافتہ ایم اینکہ کنہش مائیم

شیخ نظام احمد صانع بلگرامی

بگذار کہ من گزیدہ ام ملت عشق ‏ عشق است رسولِ من و من امت عشق

برتافت ز دیر و کعبہ روی دل من ‏ زین پس من و آستانہ حضرت عشق

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

تا چند بہ کوہسار و دریا بینی ‏ تا چند فضای باغ و صحرا بینی

تا زینۂ وحدت الوجود ار بری ‏ در خود ہمہ و در ہمہ خود را بینی

درد

گر باد نسیم مست بوئے تو گذشت　　در فصل بہار محو روئے تو گذشت

یارب چہ قدر بہ خلق نزدیک تری　　ہر کس کہ ز خود گذشت سوئے تو گذشت

درد

ز د شعلہ چو حسن لفروزش خوانند　　گل کرد چو نار عشق سوزش خوانند

خلق ست عبارت از ظہور خالق　　خورشید چو جلوہ کرد روزش خوانند

درد

ما را نبود گزر دراں کو کہ توئی　　تو ہر سو و کس نرفتہ آں سو کہ توئی

گو آئینۂ وجہ تو باشند ہمہ خلق　　نتواں دیدن ترا ازاں رو کہ توئی

درد

اے آنکہ بخواب صد تماشا دیدی　　باغ و چمن و بہار گلہا دیدی
نیرنگیٔ عالم مثالت گل کرد　　پنہاں بتو بود آنکہ پیدا دیدی

درد

خواہی کہ ہمہ راز الٰہی فہمی　　چیزیکہ بروں ز فہم خواہی فہمی
اے بیخبر از خویش چہ امکان دارد　　اسرار الٰہی تو کماہی فہمی

درد

چوں آئینہ باید کہ مصفا باشی　　تا مظہر نور حق تعالیٰ باشی
اے درد اگر قرب خدا می خواہی　　دور از خود و نزدیک بہ اہلہا باشی

درد

اے درد دلے کہ راز حق را فہمید   ہر بحث ہماں حجت مولیٰ فہمید
عارف دانست انچہ عارف دانست   مُلّا فہمید انچہ مُلّا فہمید

درد

فرمود چنیں حضرت حی قیوم   در گوش دلم کہ اے طلسم موہوم
ہشدار کہ در عالم کثرت ہرگز   تا من ہستم تو ہم نگردی معدوم

درد

ما صاف دلاں نہ ہای و ہوئے داریم   نی بحث بکس نہ گفتگوئے داریم
جز جلوۂ او ز ما نباید طلبید   ما آئینہ ایم و عکس روئے داریم

درد

یک عمر ز دور می شنیدم اورا
در بر بخیال می کشیدم اورا
اکنوں کہ چو آئنہ رسیدم پیشش
خود را او دید و من ندیدم اورا

درد

گر زنده ام آلوده بافکار تنم
در مرده ہماں بہشت و دوزخ وطنم
یارب تو بگو بذات پاکت سوگند
کز دوش چگونہ بار ہستی فگنم

درد

اے درد ہر انچہ در وجود ست اینجا
تبعیت حکم او نمود ست اینجا
گردوں پشتی کہ خم شد از بہر رکوع
خورشید سری کہ در سجود ست اینجا

درد

در بزمِ جہاں کہ وہم بست ست آئیں	از آمد و رفتِ خلق فارغ بہ نشیں
چوں آئینہ ہر کہ پیشت آید اے درد	او را تو باو نما و خود ہیچ مبیں

مرزا مہدی خاں کوکب

در چشمِ بصیرت ہمہ نورِ تو بود	ہر ذرہ نشانے از ظہورِ تو بود
آں سر چکنم کہ ہست بے سودائیت	با دل کہ ہمی تہی ز شورِ تو بود

درد

اے درد چرا بہ کنج باغش جوئی	وز بہر چہ درمیان راغش جوئی
من در رہِ او فتادہ چوں نقشِ قدم	از من جوئی اگر سراغش جوئی

درد

اے کردہ تلف عمر گرانمایہ خویش
در صحبت ہر مرد فقیر و درویش

از عالم غیب انچہ خواہی ورتست
اے مخزن اسرار آلہی اندیش

درد

ہر جا زنئ و چنگ صدا می شنویم
آہنگ ترا نام خدا می شنویم

گر چشم کشائیم تو مد نظری
در گوش نہیم ہم ترا می شنویم

درد

در بحر تو اے حباب گم خواہی شد
در باد تو ای سحاب گم خواہی شد

اندک اے ذرہ سعی دیگر کاخر
در پر تو آفتاب گم خواہی شد

درد

هر گوشه فضائے صد بیابان دارد هر غنچه بهشت خود گلستان دارد
گر عقدهٔ خاطرت کشاید بینی هر قطره بجیب خویش طوفان دارد

درد

عمریست که وابسته به تار نفسم یعنی به شکنجهٔ هوا و هوسم
معلوم نشد مرا ز فهمِ ناقص یارب ز کجایم به کجایم چه کسم

درد

هر چند کدورت و صفا را یابی لکن نتوان که مدعا را یابی
گو سرِّ طبیعی و الٰهی فهمی ممکن نبود اینکه خدا را یابی

درد

اے آنکہ تو ہر زشت نکورا یابی   حیف ست نہ آں جلوہ رو را یابی
آئینہ بہ بر داری و معلوم تو نیست   دل را دریاب تا کہ او را یابی

درد

دریا چو فرو رفت بخود شد گرداب   وقتیکہ کشود چشم گردید حباب
ایں موج ظہور ست و گرنہ اے درد   گرداب و حباب و موج باشد ہمہ آب

درد

میناست اگر سر نیاز ست اینجا   جام ست اگر دیدہ باز ست اینجا
ایں محفل درد جائے بد مستی نیست   ہشدار کہ بزم امتیاز ست اینجا

درد

زدجوشش جنوں عشق زمیخانہ ما جاکردہ بدل صورت جانانہ ما

دردیدہ تصورش زدل می آید از شیشہ پری چکد بہ پیمانۂ ما

درد

ہستی و عدم خراب میخانہ اوست امکانؔ وجوب مست پیمانہ اوست

چشم دل تو اگر حقیقت بین ست ہر ذرہ خلق روزن خانہ اوست

درد

اے درد نفہمی تو زبان شعلہ آگہ نۂ از راز نہان شعلہ

یعنی کہ خسے نسوخت او بلکہ بعکس آتش انگند خس بجان شعلہ

درد

برخاست غبار رم چو از بیابا ناگاہ ہر سو جرس آہنگ شدہ نالہ و آہ
در فکر سراغ آں بصحرائے عدم صد قافلہ ریگ رواں گشت تباہ

درد

اے درد اگر محرم راز قدمے با شادی و غم عبث چرا متہمے
اے ہیچ ترا با ایں خیالات چہ کار جائے کہ وجود ست تو آنجا عدمے

درد

اے درد اگر عارف حسن رازے با دید فنا مدام باید سازے
در چشم تو ہر چہ رنگ صورت گیرد چوں آئینہ جملہ را در آب اندازے

درد

در اصل چو خلق غفلت آثار شدی   آگه نشدی اگرچه هشیار شدی
تا حال همان غافلی ای درد چه شد   در خواب اگر ز خواب بیدار شدی

درد

گاهی هشیار و گه سیه مست شدی   گاهی کم زور و گه زبردست شدی
چون هستی بی بود تو جز وهمی نیست   ای هیچ عبث تو این همه مست شدی

درد

ای ساده دل این نقش پذیری تا کی   بر روی بساط جای گیری تا کی
چون آخر کار مات خواهی گردید   بس ناز بشاهی و وزیری تا کی

درد

گل گردم و راز من نفہمید کسے
آگاہ ز جلوہ ام نہ گردید کسے
ظاہر شدم و ہمان نہفتہ ماندم
ہمچوں سخنے کہ درد نشنید کسے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بہ یزدان روزِ محشر برہمن گفت
فروغ زندگی تاب شرر بود
ولیکن گر نرنجی با تو گویم
صنم از آدمی پائندہ تر بود

ڈاکٹر سر محمد اقبال

شنیدم در عدم پروانہ می گفت
دمے از زندگی تاب و تبم بخش
پریشاں کن سحر خاکسترم را
ولیکن سوز و ساز یک شبم بخش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سکندر با خضر خوش نکتہ گفت شریکِ سوز و سازِ بحر و بر شو

تو ایں جنگ از کنارِ عرصہ بینی بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چو ذوقِ نغمہ ام در جلوت آرد قیامت افگنم در محفلِ خویش

چو می خواہم دمے خلوت بگیرم جہاں را گم کنم اندر دلِ خویش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سفالم را مے او جامِ جم کرد درون قطرہ ام پوشیدہ یم کرد

خرد اندر سرم بت خانہ ریخت خلیلِ عشق دیرم را حرم کرد

نعت و منقبت

علی حزیں

پیغام خدا نخست آدم آورد — انجام بشارت ابن مریم آورد
با جملہ رسل نامہ بے خاتم بود — احمد بر ما نامہ و خاتم آورد

میر غلام علی آزاد بلگرامی

سلطان رسل شمع شبستان یقیں — پروانۂ او چراغ ماہ و پرویں
نخلِ قدِ اُو دریں چمن سایہ فگند — بر فرق جہانیان آں بر روی زمیں

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اے آنکہ شہان تونگر از مائیہ تو　　وز جملہ بلند آخریں پائیہ تو
بر پشت صحیفۂ نبوت ایزد　　خاتم زدہ از سیاہیٔ سائیہ تو

میر غلام علی آزاد بلگرامی

ہر چند نہ برگے نہ نوائے دارم　　در زاویۂ خمول جائے دارم
اما ز محبتِ رسول الثقلین　　در سینہ بہشت دلکشائے دارم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از معجزہ ات چسان نمایم آغاز　　کز نطق تو جز مسیح نبود ہمراز
ہر ذرّۂ درگہت بخورشید زند　　پہلوی انا الشمس ز روے اعجاز

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از روز ازل تاج رسالت بر سر — ہم تا بہ ابد خلعت صفوت در بر
ما کان محمدؐ بہ شانت آمد — بیروں بود ایں مراتب از شانِ بشر

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اے سرورِ انبیا و سالار ملک — ذاتِ تو بود منشاء ایجاد فلک
حق جلوہ نمود در لباس تو بخلق — بے میم تو احمدم نسائی لاشک

میر غلام علی آزاد بلگرامی

تحقیق نمودم ز الف تا یا — سرّیست نمیتواں نمودن افشا
ہر حرفِ تہجی ست طومار رموز — در وصفِ تو اے ابجد آل طاہا

یوسف بلگرامی

گر مہر رخِ تو جلوہ پیرا نشدی
یک ذرّہ ز کائنات پیدا نشدی

ور نقطۂ نورِ تو نہ گشتی مرکز
نہ دائرہ فلک ہویدا نشدی

یوسف بلگرامی

اے در چمنِ پیمبران تازہ گلے
در محفلِ ساکنانِ لاہوت ملے

یوسف نتواند کہ کند نعت ترا
آغاز دو عالمے و ختم رسلے

درد

اے بہر شفاعتِ دو عالم لائق
دارم ز جناب تو امیدِ واثق

بے شبہہ ز خورشیدِ حقیقت بجہاں
تو مخبر صادقی چو صبح صادق

درد

خواہی کہ شود در دو جہانت بہبود
در بندگی رسول باشی بہ سجود
گر فہم کنی وگر نہ فہمی بیشک
حق ست ہماں ہر چہ پیمبر فرمود

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

خاور چکد از شبم بایں تیرہ شبی
کوثر چکد از لبم بایں تشنہ لبی
اے دوست ادب کہ در حریم دل ماست
شاہنشہ انبیا رسول عربی

خسرو

از نور محمد ار تو داری اثرے
کن از سر صدق در شہادت نظرے
اللہ و محمد ست پیوستہ بہم
یعنی کہ میانِ شان نگنجد دگرے

حفظ اللہ خاں بن سعد اللہ خاں فرید

در انجمن دہر نخست آمدۂ
زانگونہ کہ شایستۂ تست آمدۂ

اے ختم رسل اگرچہ در بزم وجود
دیر آمدۂ ولے درست آمدۂ

غالب دہلوی

شب چیست سویدائے دلِ اہلِ کمال
سرمایہ دہ حسن ز زلف وخط و خال

معراج نبی بشب ازاں بود کہ ہست
وقتے شایستہ تر ز شب بہر وصال

عارف

در خلوت خویش چوں ترا کرد طلب
فرقے ز تو ماندہ قاب قوسین بزب

ایں رتبہ بہ انبیا نباشد عارف
حق خاتم انبیا ازاں کرد لقب

عارف

نقش قدمِ تو افسرِ افلاک ست   نعت تو فزوں تر ز حد ادراک ست
کے لاف سخن بکُنہ ذات تو رسد   چوں ذات تو پاک ہمچو ذاتِ پاک ست

عارف

مخلوق نشد بشر دریں نیلی کاخ   بر کرسی و عرش تا کند دستِ فراخ
جائے ادبے کہ عقل کل محرم نیست   اُمی لقبا چہ خوش تو رفتی گستاخ

عارف

آراستہ گردد چو قیامت رہ اصف   عالم شود از فسردگی جملہ تلف
واللہ بایں شگفتہ روی آندم   آئی چو گل و گل شفاعت برکف

عارف

بروند بپا بوس تو فخر اہل زماں　　محروم ہم اہل سماں نیست ازاں
خاک درِ تو سرمۂ چشمِ عارف　　اے احمد مجتبیٰ عمیم الاحساں

عارف

مکتوب بہ لوح دیدہ ام خطبۂ تو　　زاں کعبہ شمردہ است دل عتبۂ تو
حق وعدہ نمود آنکہ مثلت نکند　　انجام پذیرفت بتو مرتبۂ تو

عارف

ذات تو بود درانبیا مستثنیٰ　　اسمار ترا بود صفات حسنیٰ
مثل تو مخیرے نگر دید بجیر　　اے خیر بشر خیر رسل خیر ورىٰ

عارف

اے احمد و حامد و وحید و محمود ۔ برخاک درے تو ہست عارف بسجود
آشفتۂ روزگار و انجام خود است ۔ بنواز اورا بحق رب المعبود

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

رفتم زجہاں ولی ولی میگویم ۔ بُردم ایماں جلی جلی میگویم
من حلقہ بگوش اہل بیتم ز ازل ۔ جاں میدہم و علی علی میگویم

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

زود آمدہ ام اگرچہ دیر آمدہ ام ۔ سر بر خط حضرت امیر آمدہ ام
در میکدۂ ساقی کوثر رفتم ۔ پیمانہ کشِ خُم غدیر آمدہ ام

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

حرفے ز علی بگو امیرم این ست ۔ پیدا و نہفتہ در ضمیرم این ست
آں دست خداست دستگیری بکند ۔ دستم گیرد کہ دست گیرم این ست

میر غلام علی آزاد بلگرامی

دوشینہ بخواب حشر دیدم برپا ۔ دربانِ ارم ستادہ در دست عصا
رفتم کہ اجازت طلبم گفت کہ ۔ گفتم کہ غلام علی ام گفت بیا

میر غلام علی آزاد بلگرامی

در راہِ خداست شیر یزداں بلدم ۔ از حکمت آنجنابِ آید مددم
گر رفت فرو میانِ خُم افلاطون ۔ من رفتم و در غدیر خُم غوطہ زدم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

حیدر کہ فشرد پا بدوشِ شہ دیں　　در خاتم بے نظیر جا کرد نگیں
آں وقت جہانیاں ندا در دادند　　سبحان اللہ زہے مکان و چہ مکیں

میر غلام علی آزاد بلگرامی

آں شاہ کہ با رسول یکتا گردید　　بر دوش شریف جلوہ پیرا گردید
در گلشن دیں ز بسکہ جوشید بہار　　نخلِ قد احمدی دو بالا گردید

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از روز ازل فدائے نام علی ام　　در راہ عقیدت نقش گام علی ام
در حشر جواب خویش گویند ہمہ　　ایں ست جوابم کہ غلام علی ام

نعمت اللہ کرمانی

آں شاہ کہ او قسیم نار ست و جناں
در ملک و ملل صاحب سیف ست و سناں

ملک و جہاں مسخرِ اوست بلے
ایں ابناں گرفت و آنرا بہ ناں

مولانا جلال الدین رومی

روزیکہ علی زغیب آمد بہ شہود
از بہر علی خدا درِ کعبہ کشود

دربستہ بداد خانۂ خود بہ علی
یعنے کہ علی ست خانہ زادِ معبود

مولانا جلال الدین رومی

رومی نشد از سرِ علی کس آگاہ
زیرا کہ نشد کس آگہ از سرِ اللہ

یک ممکن و اینہمہ صفاتِ واجب
لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ

بوعلی قلندر

اولادِ علی خلاصۂ ابرار اند چوں والد خویش محرم اسرار اند
تحلیل موادِ فاسدِ کفر کنند در منفعتِ مزاجِ دیں جدوار اند

شاپور

از بہر محبت علی ہستی ماست گلچینیٔ ایں بہار تردستی ماست
دل ساغر و مہر ساقی کوثر مے از میکدۂ غدیرِ خُم ہستی ماست

خواجہ معین الدین چشتی

اے بعدِ نبی بر سرِ تو تاج نبی اے داد شہاں ز صولتت باج نبی
آنی تو کہ معراج تو بالاتر شد یک قامت احمدی ز معراجِ نبی

عارف

از حب تو مومن ست درحسن مآب
سوز و بسقر منکر تو روز حساب

از معجزہ رسول شق قمر ست
قلعہ درخیبر ز تو ای فتح الباب

عارف

در فکر مناقب علی رفتم دوش
این داد بگوش دلم آواز سروش

در منقبتش کہ مل اتی گفت خدا
عارف تو چہ دانی و چہ خوانی خاموش

عارف

تا چند تواں نمود عارف املا
در منقبتش کہ نیست مقدور اصلا

فرمود چو کشف شد حجاب کونین
آں عارف من عرف سلونی بملا

عارف

گردید ترا چو دوش احمد پایہ   در کعبہ شکستی بت سنگیں پایہ
کرار بغیر قید فرار تو ئی   چوں گفت نبی لاعطین الرایہ

عارف

در منزل صبر ہمرہِ ایوبی   در بیت حزن تو ہمدم یعقوبی
یونوں نمودہ حق بہ شانت نازل   در کسوت انساں شرفِ کروبی

عارف

روزیکہ شوند اہل محشر محشور   خورشید علم شود بفرق جمہور
خلقے کہ طپند زالعطش چوں بسمل   سیراب کنی تو آں دم از جام طہور

عارف

خواہی کہ رسد نصرت وامداد علیؓ   رو در دلِ خود ثبت نمایاد علیؓ
آنست علی بفہم زیں رتبہ داد   شد آل نبی حصر در اولاد علیؓ

ابو نصر فارابی معلم ثانی

تا بادۂ عشق در قدح ریختہ اند   واندر پئے عشق عاشق انگیختہ اند
با جان روانِ بو نصر مہر علی   چوں شیر و شکر بہم آمیختہ اند

نساخ

در گلشن اسلام بہارست علیؓ   تابندہ خورِ نصف نہارست علیؓ
او مورد ِ لِ اُمّی و باب علمست   نساخ خدیو ذوالفقارست علیؓ

شرفِ انسان و صفتِ آفرینش

اثیرالدین خستگی

گہ طعمۂ مور اژدہائے سازی — گہ از پرِ پشّہ ہمائے سازی
درہم شکنی کاسۂ صد کسرائے را — تا دستہ کوزۂ گدائے سازی

بابا افضل کوہی

یارب! چہ خوش است بے دہن خندیدن — بے منّتِ دیدہ خلق عالم دیدن
بنشین و سفر کن کہ نہایت نیکو — بے زحمت پا گرد جہاں گردیدن

بابا افضل کوہی

چنداں بروایں رہ کہ دوئی برخیزد گرہست دوئی زرہ روی برخیزد
تو او نشوی ولے اگر جہد کنی جائے برسی کز تو توئی برخیزد

بابا افضل کوہی

بر ہر کہ حسد بری امیر تو شود وز ہر کہ فرو خوری اسیر تو شود
تا بتوانی تو دستگیری میکن کان دست گرفتہ دستگیر تو شود

بابا افضل کوہی

از کبر مدار ہیچ در دل ہوسے کز کبر بجائے نرسید ست کسے
چوں زلفِ بتاں شکستگے عادت کن تا صید کنی ہزار دل در نفسے

ابو سعید مہنہ

آں وقت کہ ایں انجم و افلاک نبود ۔ ویں آب و ہوا و آتش و خاک نبود
اسرار یگانگی سبق می گفتم ۔ ویں قالب وایں نوا و ادراک نبود

ابو سعید مہنہ

کی حال فتادہ ہرزہ گردی داند ۔ بی درد کجا لذت دردی داند
نامرد بچیزے نخرد مرداں را ۔ مردے باید کہ قدر مردی داند

ابو سعید مہنہ

گر قرب خدا می طلبی دلجو باش ۔ اندر پس و پیش خلق نیکو گو باش
خواہی کہ چو صبح صادق القول شوی ۔ خورشید صفت باہمہ کس یکرو باش

ابو سعید مہنہ

معمورۂ دل بعلم آراستہ بہ — مطمورۂ تن بکہنہ پیراستہ بہ
از ہستیِ خود ہر چہ توان کاستہ بہ — ہرچند ز ہر کہ ہست ناخواستہ بہ

عمر خیام

ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز — از روے حقیقتے نہ از روے مجاز
بازیچہ ہمی کنیم بر نطع وجود — رفتیم بہ صندوق عدم یک یک باز

عمر خیام

احمد خوئی کہ عالمی بندۂ اوست — یوسف روئی کہ ماہ شرمندۂ اوست
عیسیٰ نفسی کہ جان و دل زندۂ اوست — موسیٰ لقبی کہ دوست خواہندۂ اوست

عمر خیام

بیشی طلبی زهیچ کس پیش مباش
چون مرهم و موم باش و چون نیش مباش

خواهی که زهیچ کس بتو بد نرسد
بدگوی و بدآموز و بداندیش مباش

عمر خیام

صد سال در آتشم اگر محل بود
آن آتش سوزنده مرا سهل بود

با مردم نااہل مبادم صحبت
کز مرگ بتر صحبت نااہل بود

عمر خیام

اندر رہ حق تصرف آغاز مکن
چشم بد خود بعیب کس باز مکن

سرّ دل ہر بندہ خدا می داند
خود را تو دریں میانه انباز مکن

عمر خیام

گر می نخوری طعنه مزن مستاں را　　گر تو به دہد تو بہ کنم یزداں را

تو فخر بدیں کنی کہ من می نخورم　　صد کار کنی کہ می غلام ست آں را

عمر خیام

می بر کف من نہ کہ دلم در تاب ست　　ویں عمر گریز پای چوں سیماب ست

برخیز کہ بیداری دولت خواب ست　　دریاب کہ آتشِ جوانی آب ست

عمر خیام

نیکی و بدی کہ در نہادِ بشر ست　　شادی و غمی کہ در قضا و قدر ست

با چرخ مکن حوالہ کاندر رہِ عقل　　چرخ از تو ہزار بار بیچارہ تر ست

عمر خیام

جانم بفدای آنکه چون اہل بود   سر در قدمش اگر نہم سہل بود
خواہی که بدانی به یقین دوزخ را   دوزخ بجہان صحبت نا اہل بود

عمر خیام

در دہر ہر آنکه نیم نانی دارد   از بہر نشست آستانی دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسی   گو شاد بزی که خوش جہانی دارد

عمر خیام

آورد باضطرابم اول بوجود   جز حیرتم از حیات چیزی نفزود
رفتیم باکراه ندانیم چه بود   زین آمدن و بودن و رفتن مقصود

عمر خیام

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد وز کوزهٔ شکسته دم آبی سرد
مامور کسی دگر چرا باید بود یا خدمت چون خودی چرا باید کرد

عمر خیام

با مردم پاک باز و عاقل آمیز وز نااہلاں ہزار فرسنگ گریز
گر زہر دہد ترا خردمند بنوش در نوش رسد ز دست نااہل بریز

عمر خیام

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم وز کردهٔ خویشتن بدردم چہ کنم
گیرم کہ ز من درگذرانی بکرم زین شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چکنم

عمر خیام

مقصود ز جملہ آفرینش مائیم　　در چشم خرد جوہر بینش مائیم
ایں دائرہ جہاں چو انگشتری است　　بے ہیچ شکے نقش نگینش مائیم

سحابی استرآبادی

جز عین تو نیست ہرچہ خوبی اورا　　در از نظرِ قبول رانی اورا
تا کے گوئی ایں بد و آں نیک است　　ہر کس کہ تو نیستی چہ دانی اورا

سحابی استرآبادی

در ہر کہ رسی نکو ببیں کو نیکوست　　کو ساختہ و خواستہ حضرت اوست
بر بے سر و سامانی من عیب مکن　　شاید کہ مرا دوست چنیں دارد دوست

سحابی استرآبادی

گه نورِ علا مقام بینم خود را — گه ظلّ و گهی ظلام بینم خود را

چشمم ز فلک برون و شخصم در خاک — یارب؟ چه کنم کدام بینم خود را

سحابی استرآبادی

توحید به هر که پردهٔ راز کشود — یک را همه و همه یکی دید و شنود

من می‌گفتم که حال خود می‌گویم — چون وادیدم حال همه عالم او بود

سحابی استرآبادی

از خلقِ جهاں و هستی فانی ما — دانسته نشد به غیر نادانی ما

حیرانی ما بود مراد از همه چیز — یارب! چه مراد است ز حیرانی ما

سحابی استرآبادی

آئینہ صفت بہ دست او نیکوئی — زیں سوئے نمودہ ولے زاں سوئی
او دیدہ ترا کہ عین ہستی تو اوست — زانش تو نہ دیدہ کہ عکس اوئی

سحابی استرآبادی

عالم ہمہ در دست دوا میخواہد — از خوانِ کرم برگ و نوا میخواہد
کس بیحاجت نمی تواند بودن — درویش غذا شہ اشتہا میخواہد

جامی

گر در دلِ تو گُل گذرد گُل باشی — در بلبلِ بے قرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کُل است اگر روزے چند — اندیشہ کُل پیشہ کنی کُل باشی

جامی

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقے
واندر صفت صدق و یقیں صدیقے

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نکنی زندیقے

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

عیب است بزرگ برکشیدن خود را
وز جملۂ خلق برگزیدن خود را

از مردمک دیدہ بہ باید آموخت
دیدن ہمہ کس را و نہ دیدن خود را

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

شرط است کہ چوں مرد رہِ درد شوی
خاکی ترو ناچیز تر از گرد شوی

ہر کو ز مراد کم شود مرد شود
بفگن الفِ مراد تا مرد شوی

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

دی آمدم و نیا مدازمن کارے
وامروز زمن گرم نشد بازارے
فردا بروم بخبر از اسرارے
ناآمدہ بہ بودے ازین بسیارے

ابن یمین

کریم زادہ چو مفلس شود بدو پیوند
کہ شاخ میوہ دگربار بارور گردد
لئیم زادہ چو منعم شود ازو بگریز
کہ مستراح چو پُر گشت گندہ تر گردد

ابن یمین

بابداں کم نشین کہ صحبتِ بد
گرچہ پاکی ترا پلید کند
آفتابے بایں بزرگی را
لکۂ ابر ناپدید کند

ابن یمین

بود چار چیز از کمالِ حماقت
مکن ہیچ یک زاں ازینہا تصور

بہ مفسد سخاوت بہ احمق محبت
بہ ناداں تواضع بہ دانا تکبر

ابن یمین

نان و سرکہ گر نہی پیشِ کسے
نفظ خود شیریں کنی چوں انگبیں

بہ کہ حلوا و شکر پیش آوری
وانگہے سرکہ بمالی بر جبیں

ابن یمین

برائے نعمتِ دنیا مکش مذلتِ خلق
کہ نزد اہلِ خرد زیں سبب خرے باشی

ز خونِ دیدہ غذا گر کنی ازاں خوشتر
کہ زیرِ منتِ احسانِ ناکسے باشی

جلال الدین محمد اکبر شاہ

از بار گنہ خمیدہ پشتم چہ کنم
نی راہ بہ مسجد نہ کنشتم چہ کنم

نی در صف کافر نہ مسلماں جایم
نی لایق دوزخ بہ بہشتم چہ کنم

عرفی شیرازی

تا از نظر افتادہ عالم نشوی
الفت نکنی بہ خلق و ہمدم نشوی

ہر چیز کہ میشوی خریدارت ہست
زنہار دریں زمانہ آدم نشوی

شیخ عماد فقیہ کرمانی

گر خدمت ہر تنے کنی جاں باشی
در جان باشی در خور جاناں باشی

مہماں سرای تو اگر باشد مور
زاں بہ کہ تو مہمان سلیماں باشی

نصرت اللہ خان نثار

گیرم پسرا کہ رستم وسام شدی یا خسرو نیمروز یا شام شدی
نہ زور بگور میتواں برد نہ زر افسوس کہ کیمیائے او ہام شدی

میر مختوم

تا ظن نبری کہ من بخود موجودم یا ایں رہِ خونخوار بخود پیمودم
ایں بود نبود من ز بودِ او بود من خود کیم و کجا بدم کے بودم

میرزا ابو سعید اعلیٰ

ہر کس کہ خدا شناس شد آزاد است وز نیک و بدِ زمانہ دایم شاد است
بر ہستی خویش دل چہ بندی چو حباب بنیادِ وجودت گرہی بر باد است

کاہی کابلی

آنرا کہ ہمیشہ لطفِ حق ہمراہ است　　شاہش چو گدالیست و گدا چون شاہ است

از صورت خلق معنی حق می بیند　　آرے آدم بہ صورت اللہ است

غیرت ہمدانی

اے ہمنفساں! کہ دردناکیم ہمہ　　در اصل زیک گوہر پاکیم ہمہ

غیرت! دلِ یک دگر چرا رنجانیم　　تا چشم بہم زنیم خاکیم ہمہ

سرمد کاشی

آنکس کہ ترا تاج جہانبانی داد　　مارا ہمہ اسباب پریشانی داد

پوشید لباس ہر کرا عیبے دید　　بے عیباں را لباس عریانی داد

نجم الدین خوارزمی

زاں بادہ نخوردہ ام کہ ہشیار شوم　　آں مست بنودہ ام کہ بیدار شوم

یک جام تجلی جمالِ تو بس است　　تا از عدم و وجود بیزار شوم

نجم الدین خوارزمی

حاشا کہ دلم ز تو جدا خواہد شد　　یا با کسِ دیگر آشنا خواہد شد

از مہر تو بگذرد کرا دارد دوست　　وز کوے تو بگذرد کجا خواہد شد

نظیری نیشاپوری

تو ہیچ بدی کہ جسم و جانت دادند　　ہر کسب و عمل تاب و توانت دادند

از دادہ و نادادہ شکایت چہ کنی　　کاں چیز کہ ہست رائگانت دادند

عجم قلی بیگ ذوالقدر

انساں کہ شریف تر ز مخلوقات است
در شان شریفش دو جہاں آیات است

در نیستی نیستیش ہستیہاست
چوں نفی شود نفی ہمہ اثبات است

بہائی آملی

یارب! تو مرا مژدہ وصلی برساں
برہانم ازایں فرع بہ اصلی برساں

تا چند ازیں فصل مکرر دیدن
بیروں ز چہار فصل فصلی برساں

بہائی آملی

ای دل قدمی در رہ حق ننہادی
شرمت بادا کہ سخت دور افتادی

صد بار عروس توبہ را بستے عقد
نایافتہ کام ازو طلاقش دادی

ہدایت طبرستانی

بحریست وجود و ایں تعین ماہی — ما ماہی و بحر را بہ ماہ مراہی
ہرچند کہ ماہی شدہ غرق اندر بحر — از بحر چہ گونہ باشدش آگاہی

فکری خراسانی

بر صفحۂ ہستی چو قلم می گذریم — حرف غم خود کردہ رقم می گذریم
زیں بحر پر آشوب کہ بے پایاں ست — پیوستہ چو موج از پئے ہم می گذریم

رضی نیشاپوری

در جستنِ رازِ فلکِ دائرہ وار — بسیار بگشتیم بہ سر چوں پرکار
در کارِ شکستِ ایں تنِ چوں سوزن — در دا کہ نیافتیم سررشتۂ کار

اشراق اصفہانی

چشمے دارم چو لعل شیریں ہمہ آب　　بختے دارم چو چشم خسرو ہمہ خواب
جسمے دارم چو جان مجنوں ہمہ درد　　جانے دارم چو زلف لیلی ہمہ تاب

سلمان ساوجی

اے ابر بہار خار پروردہ تست　　اے خار درون غنچہ خو کردہ تست
اے غنچہ عروس باغ درپردہ تست　　اے باد صبا اینہمہ آوردہ تست

ہمایون بادشاہ

ایزد کہ فلک بقبضہ قدرت اوست　　داد ست ترا دو چیز کان ہر دو نکوست
ہم سیرت آنکہ دوستداری کس را　　ہم صورت آنکہ کس ترا دارد دوست

یوسف عادل شاہ

آنکس کہ علم بہ نیک نامی افراشت
در مزرع وہر تخم نیکوئی کاشت
نیکو نامان زندہ جاویدانند
مُرد آنکہ بمُرد و نام نیکو نہ گذاشت

امامی خلخالی

با خلق خدا سخن بہ شیرینی کن
اظہار نیاز و عجز و مسکینی کن
تا بر سر دیدہ جا دہندت مردم
چوں مردم دیدہ ترک خود بینی کن

زائر

اے مولوی مدرسہ گفت و شنید
فکر تو بہ مشکلات ہر علم رسید
چشم تو گرفتار سپید ست و سیاہ
میدیدی کاش انچہ می باید دید

مرزا بیدل

حیف از تو دو روزی که مقیم باغی
از بلبل غافلی حریف زاغی

صحبت اینجا موثرست آگه باش
در آب روی تری در آتش داغی

مرزا بیدل

آواز کریم را صلا می خوانند
سایل چو دمی زند دعا میخوانند

یک نغمهٔ شوق ست چه فقر و چه غنا
کز پردهٔ ہر ساز جدا می خوانند

مرزا بیدل

گر مرد رہی ز طبع خود کام برآ
از پیچ و غم وسوسۂ خام برآ

اے منکر کیفیت پرواز نگس
بے زینہ تو نیز تا سر بام برآ

مرزا بیدل

گر سایۂ شخص باز گردید چہ شد ‌ ‌ ‌ در عکس ز جلوہ دور بالید چہ شد
حق از عدم و وجود ما مستغنی ست ‌ ‌ ‌ خورشید اگر شعاع فہمید چہ شد

شاپور

ایں عمر با بر نو بہاراں ماند ‌ ‌ ‌ ویں عیش بسیل کوہساراں ماند
زنہار چناں بزی کہ بعد از مردن ‌ ‌ ‌ انگشت گزیدنی بہ یاراں ماند

شاپور

ایکہ امروز ترا فرصت کار خویش ست ‌ ‌ ‌ توشہ بردار کہ فردا سفری در پیش ست
توشۂ راہ فنا تا بتوانی بردار ‌ ‌ ‌ کہ تہیدست درین بادیہ بیسی دل ریش ست

شاپور

دشنام اگر دہد خسیسے — چارہ نبود بجز شنیدن
گر پاے کسے سگے گزیدہ — با سگ نتواں عوض گزیدن

شاپور

خاک نشینی ست سلیمانیم — ننگ بود افسر سلطانیم
مست چہل سال کہ می پوشمش — کہنہ نشد جامۂ عریانیم

شاپور

پیمانہ چو من دمی بہ میخانہ گریست — گفت از پی آں مرا کہ ایں گریہ ز چیست
امروز گل من ست پیمانۂ تو — تا خاک تو فردا گل پیمانہ کیست

شاپور

گر آدمی ترا ہنر بایستی قول تو بلیغ و معتبر بایستی
جز خوردن و خواب چون نداری کارے گوش تو ازیں دراز تر بایستی

شاپور

گہ ناز کند فرشتہ بر پاکی ما گہ دیو کند عار ز ناپاکی ما
ایماں چو سلامت بلب گور بریم احسنت بریں چستی و چالاکی ما

شاپور

یک نیمۂ عمر در بطالت بگذشت یک نیمہ بہ تشویش و خجالت بگذشت
عمری کہ ازو دل جہانی آزرد بنگر بچہ حیلت و حوالت بگذشت

امیر خسرو

یارب چو بعقل خود بتا ہم چکنم وز گیسوؤ زلف و سیاہم چکنم
گیرم بکرم گناہ من عفو کنی زیں شرم کہ دیدۂ گناہم چکنم

رشیدائی گازرونی

اے دل چو ہوائے خاک آں در داری شرمت بادا کہ میل افسر داری
گر سر نگذاری اندریں رہ باری از سر بگذار انچہ در سر داری

مجدالدین محمّد تاثیر النوی

خواہے کہ میانِ خلق قاضی باشی باقی مانی گہے کہ ماضی باشی
با خلق خدا حکم چناں کن کہ اگر ایں بر تو کسے کند تو راضی باشی

بیکسی غزنوی

اے دل تو عناں بغصہ و غم ندہی یک لحظہ خوشی بمملکت جم ندہی
یارے اگرت بدست افتد زنہار خاک قدمش بہر دو عالم ندہی

مرزا حسن واہب

بے برگ طلب بمدعائے نرسی تا نگذری از خودی بجائے نرسی
از کوچۂ نی ہمیں صدا می آید تا صاحب برگی بنوائے نرسی

شیخ شاہ نظیر قمشہ

شد عمر و ندیدیم بمیداں گردی مردیم در آرزوی ہم نا مردی
مرداں بگریباں زناں سر بردند شاید ز زنے سری برآرد مردی

شیخ شاہ نظیر قمشہ

اے خواجہ دو گام رہ نراندی ماندی
خود را برفیقاں نرساندی ماندی
این راہ نہ راہ کعبہ آب و گل ست
یک گام ز کارواں چو ماندی ماندی

شیخ عبدالسلام پیامی

جمعند ز سفلگان بعالم مشتے
عاقل نہد بحرف شاں انگشتے
خالی شدہ دیر و حرم از مردم اہل
در آں نہ خلیلے نہ دریں زردشتی

کمال

گر در پئے قول و فعل سنجیدہ شوی
در دیدۂ خلق مردم دیدہ شوی
با خلق چناں مزی کہ گر فعل ترا
ہم با تو عمل کنند رنجیدہ شوی

مرزا عرب ناصح تبریزی

گاہ از تقصیر بندگی می ترسم گاہ از غم سر فگندگی می ترسم
ابنائے زماں ز مرگ ترسند ہمہ ایں طرفہ کہ من ز زندگی می ترسم

سید محمد جامہ باف

کردیم بہ بزم دیدہ چوں شمع مقام بردیم بسر عمر در اندیشۂ خام
چوں شمع تمام گشت می میر و وما افسوس کہ مردیم و نگشتیم تمام

طالب آملی

از میکدہ ساختم جہاں دگرے در طارم تاک آسماں دگرے
گر عمر اماں دہد چو مستاں سازم از رشتہ آں کاہکشاں دگرے

طالب آملی

آسوده لبی که ساغر غم نکشید
خوشدل زخمی که ناز مرهم نکشید

من بلبل آن گلم که در گلشن دهر
پژمرده شد و منت شبنم نکشید

مومن یزدی

دل چیست؟ درون سینه سوز و تفی
تن چیست؟ غم و رنج و بلا را هدفی

القصه به قصد جان ما بسته صفی
مرگ از طرفی و زندگی از طرفی

مومن یزدی

با آنکه یکی گام به منزل دارم
صد تخم هوس هنوز در گل دارم

در خاک ندانم بچه سان میگنجم
با این همه آرزو که در دل دارم

نواب

گر پیر شدم جوش شبابم دادند
از خمکدۂ حدیث آبم دادند

گر روز سیہ شد ز خرد باکی نیست
در روز سیاہ آفتابم دادند

حکیم خاقانی

بے آنکہ بہیچ عذر رای آورم
صد رہ بتو عذر جانفزائے آورم

گر عذر مرا نمی پذیری مپذیر
من بندگی خویش بجائے آورم

شاہ طہماسپ

یک چند پئے زمرد سودہ شدیم
یکچند بہ یاقوت تر آلودہ شدیم

آلودگئے بود بہر رنگ کہ بود
شستیم بآب توبہ آسودہ شدیم

شاہ نعمت اللہ ولی

ما عادت خود بہانہ جوی نکنیم
جز راستی و نیک خوی نکنیم

آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند
گر دست دہد بجز نکوے نکنیم

شیخ سعدی

در خاک بیلقان برسیدم بعابدی
گفتم مرا بتربیت از جہل پاک کن

گفتا برو چو خاک تحمل کن ای فقیہ
یا ہرچہ خواندۂ ہمہ در زیر خاک کن

شیخ سعدی

سودی نکند فراخنائے بر و دوش
گر آدمیٔ عقل و ہنر باید و ہوش

گاؤ از من و تو فراخ تر دارد چشم
پیل از من و تو بزرگتر دارد گوش

محمد جان قدسی

در پردہ ز محتسب شراب اولیٰ تر   پوشیدن کار ناصواب اولیٰ تر
فعل بد خویش را نہاں می دارم   باشد رخ زشت را نقاب اولیٰ تر

رستم مرزا فدائی

پا آبلہ از کفش بمنت بہتر   گر نیست وفا ترک محبت بہتر
در مذہب من ز رود بدوزخ رفتن   بسیار ز انتظار جنت بہتر

متین

گر بہر رفاہ خلق کوشی مردی   در جوش غضب گر نخروشی مردی
مردی نبود پوشش خفتان در جنگ   عیب دگراں اگر بپوشی مردی

ظہیر فاریابی

باخار قناعت ار بسازی یکبار — در ہر قدمے بروید ت صد گلزار
باخارکشاں نشیں کہ در یک ہفتہ — صد برگ بساخت گل ز یک دستہ خار

نساخ

در زیر سپہر کہنہ دیوار مخسپ — غافل ز فریب چرخ خونخوار مخسپ
در خواب سفر ضرر نہاں می باشد — نساخ نگاہدار ہشیار مخسپ

نساخ

سر ہا بگذشت و ما ہمانیم ہماں — گر ہا بگذشت و ما ہمانیم ہماں
ایں روز و شب و سال و مہ و شام و پگاہ — بر ما بگذشت و ما ہمانیم ہماں

قلندر

ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست　　شیر مروز مانہ دانی کیست
آنکہ با دشمناں تواند ساخت　　آنکہ با دوستاں تواند زیست

قلندر

اے خوردہ شراب غفلت از جام ہوس　　مشغول مشو بحرص چوں بانگ جرس
ترسم کہ ازاں خواب چو بیدار شوی　　مستی رود و درد سرت ماند و بس

قلندر

امروز کہ ذکر رازق و وہاب ست　　اللہ پرست در جہاں کمیاب ست
تا چند چو مزدور در رزق زنی　　بر زن در دل کہ نقد فتح الباب ست

یوسف قلی بیگ انیسی نظیری

بت می شکنی که سنگ راه دین ست   می گیفنی که آب فسق و کین ست
خود را بشکن که بت شکستن سہل ست   دنیا بفگن که می فگندن این ست

رکن صائن

فانوس خیال ہر دو عالم مائیم   جوش دریا سکون شبنم مائیم
آئنۂ صورتیم بے صورت خویش   چیزیکہ ندید نیست آں ہم مائیم

میر رفیع دستور

قومی گوید کہ با خدا پیوستیم   قومی گوید کہ از خودی بہارستیم
ہر کس خبری دہد ز خودبینی خویش   اعنی غرض انیست کہ باہم مستیم

بخشی

بخشی خیز با زمانه بساز ورنه خود را نشانه ساختن ست
عاقلانِ زمانه می گویند عاقلی با زمانه ساختن ست

میرزا جلال امیر

دادیم بیک نشه شراب همه را یکدل کردیم شیخ و شاب همه را
خواندیم زیک نقطه کتاب همه را دادیم زیک حرف جواب همه را

انسان

گه با صنم شفیق می باید زیست گه تنها بے رفیق می باید زیست
انساں ایں بزم جای شکر و گله نیست یک چند بهر طریق می باید زیست

انسان

گہ قصۂ شیخ و شاب باید گفتن
گہ شکوۂ نان و آب باید گفتن
انسان تا مرگ گفتگو لابدہست
افسانہ برائے خواب باید گفتن

غالب

ہر چند زمانہ مجمع جہالست
در جہل نہ حال شاں بیک منوالست
کو دان ہمہ لیک از یکے تا دگرے
فرقِ خرِ عیسیٰ و خرِ دجالست

غالب

اے دوست بسوی ایں فرومایہ بیا
از کوچہ غیر راہ گردانده بیا
گفتی کہ مرا مخواں کہ من مرگ توام
برگفتہ خویش باش ناخواندہ بیا

غنی

بی فہم اگر چشم بد وزد بکتاب   نتواند دید روی معنی در خواب
کی غور کنند در سخن بے مغزاں   غواصی بحر نیست مقدور حباب

غنی

ہر کس کہ بخویشتن گمانے دارد   چوں در نگری عیب نہانے دارد
عمریست کہ در باغ جہاں گردیدم   ہر میوہ کہ دیدم استخوانے دارد

غنی

اے در طلب کمال سرگرم شتاب   در صورت کس مبیں و معنی دریاب
ہر چند عقیق ست باآتش ہمرنگ   دارد بدہان تشنہ خاصیتِ آب

غنی

ہرکس کہ ہنر مند زید در عالم ہست از ہنر خویش دلش را صد غم
دیدی کہ بوقت رشتہ تابی خیاط می ساید دست از تاسف برہم

واقف دہلوی

ای عشق گراں قدر سبک سیر بیا تا چند نزاع حرم و دیر بیا
کفر و اسلام جنگ باہم دارند ای صلح دہِ ثالث بالخیر بیا

واقف دہلوی

از اہل جہاں وضع جدائی دارم عیش دگر از فیض خدائی دارم
شرمندۂ یک قطرہ نیم زیں دریا مانند صدف رزق ہوائی دارم

حالی پانی پتی

سر بر مفراز و خاکپای همه باش　　دلها مخراش و در رضای همه باش
با خلق نیامیختن از خامی تست　　ترک همه گیر و آشنائی همه باش

درد

این گور پرستاں پے باطل باشند　　از لجہ علم سوئے ساحل باشند
خود زنده و با مرده نیاز آورده　　از زندهٔ لایزال غافل باشند

درد

ہر چند کہ ایں جماعہ گور پرست　　فرداست جزائے ما ہمہ دست بدست
ایں فرق نہ کم تواں تصور کردن　　ما زنده پرستیم و شما مرده پرست

درد

ادراک مرادعوت بیدائی کرد   فریاد که رسوائی شناسائی کرد
زین پیش نداشتم دماغ صحبت   علم ست که این انجمن آرائی کرد

درد

گاہی سحرست وگاه شام ست اینجا   از کون وفساد انتظام ست اینجا
مانند شرر ز شور ہستی غافل   درچشم زدن کارتمام ست اینجا

درد

مطرب فانی و بزم و ساقی فانی   باہر که شدی در د ملاقی فانی
بردار دل از کثرت بی بود جہان   ہستی بود باقی و باقی فانی

درد

شخصِ انساں کہ شانِ اعظم دارد
دارد بخود آنچہ ہر دو عالم دارد

لیکن نتواں یافت بہ بحرِ کونین
آں گوہرِ نایاب کہ آدم دارد

درد

در عجز بساز کبریائیم ہمہ
در کسوتِ فقر باغنائیم ہمہ

ما درویشاں بساں اکسیر ای درد
خاکیم اگرچہ کیمیائیم ہمہ

درد

انساں کہ حباب وحباب عالیست
ای درد عجب رگہ فارغبالیست

در بزم خیال او کہ رشکِ خلدست
چوں آئینہ جای ہر کہ آید خالیست

درد

گہ در طلب کمال علم و ہنریم   گاہے ز رہ بیہدگی با در بدریم
داریم ہجوم بر لب بحر خیال   ہستی پل بستہ ست و ما می گذریم

درد

ما بندہ آں حسن و جمالیم ہمہ   وارستہ ز ہر فکر و خیالیم ہمہ
مستقبل و ماضی علما می دانند   ما درویشیم مست حالیم ہمہ

درد

آں نور کز و ارض و سما روشن شد   از حضرت انساں ہمہ جا روشن شد
پوشیدہ نماند ہیچ از جلوۂ او   چوں آئینہ تا دیدۂ ما روشن شد

درد

ای کرده خراب فکر چون و چندت　　آورده هوا و حرص اندر بندت
همواره به همواری خود کوشش کن　　غیر از تو کسی نیست که گوید پندت

درد

گاهی سخنی از دهنش می گفتم　　گه از دهن خود سخنش می گفتم
افسوس ز علم ناشناسا یک عمر　　او بود که در دمن منش می گفتم

درد

هر چند بعلم و فضل ممتاز شوی　　مشکل که بفقر نکته پرداز شوی
بوی نشنیدهٔ ز عرفان تا حال　　مدت باید که واقف راز شوی

درد

گر دعوی ہستی است بہتان ست این
ور شکوهٔ نیستی ست کفران ست این
ای حضرتِ انسانِ تحیر انجام
خود را نشناختی چه عرفان ست این

درد

ہر دل که چو گل شگفت آخر پژمرد
طبعی که چو شعله گرم گردید فسرد
اینجا ہر کس بطرزِ خاص ای درد
پیدا شد و شاد گشت و غم خورد و بمرد

درد

گردیم تماشا چو جہان من و ما
گشتیم دریں بادیه مانند صبا
بر ہر که نہاد دل بعرفان گوشے
پُر بود چو نقاره ز شورِ دعویٰ

درد

این اہل زمانہ درد ناکم کردند بی ہیچ عبث عبث ہلاکم کردند
از چار طرف غبار دلہا چندان برخاست کہ زندہ زیر خاکم کردند

درد

در دل باید ہمیشہ داری اخلاص پیوستہ میان سینہ کاری اخلاص
از شرک و نفاق سخت پرہیز نما مخلص نشوی تا کہ نیاری اخلاص

درد

کردی شب و روز کامرانی بالفرض دیدی ہمہ خیر این جہانی بالفرض
مرگ و پیری دو چار گردد آخر صدسال اگر زندہ بمانی بالفرض

درد

اِنسان آگاہ تا بعرفاں نبود　　از تعلقۂ لسانی انساں نبود

ہر چند برائے خود زبانے دارد　　ای درد ولی شمعِ زباں داں نبود

درد

دوں ہمت اگر مال و زرے پیدا کرد　　چوں مور برائے خود پری پیدا کرد

کی مرتبۂ سفلہ فزاید اسباب　　عیسیٰ نشود ہر کہ خرے پیدا کرد

درد

شہ نیست کسے کہ تخت عاجے دارد　　تا آنکہ نہ شاہانہ مزاجے دارد

یعنے کہ خروس پیش ارباب شعور　　سلطاں نشود اگرچہ تاجے دارد

درد

گر حشمت و دولت ست و ہمت ہوس در فضل و ہنر شعبدہ باشد و بس

اے درد اگر ہمت عالی داری آں باید شد کہ آں نمیگرد و کس

درد

گو خلق پر از شور و شر و غوغا باش تو از ہمہ کس یکطرف و تنہا باش

بر صورت بے معنے عالم مگرو بر معنے بی صورت حق شیدا باش

درد

ایں تیرہ دلاں کہ تیر بارند چو میغ در جور و ستم نمی نمایند دریغ

بر اہل گداز دست ظالم نرسد سیماب نگشت کشتہ از خنجر و تیغ

درد

آنکس که خمیر کرد آب و گلِ من   آراستہ در صدق و صفا منزلِ من
در خدمتِ خویش اعتقادست مرا   از من پوشیدہ نیست رازِ دلِ من

درد

ای با ہمہ آشنا و بیگانۂ من   داری خبرے از دلِ دیوانۂ من
گفتی ز افسانہ ات مرا خواب آمد   در خواب شنیدہ باشی افسانۂ من

درد

ای درد کجا ساقی و صہبا و سبو   در گوش صدائے قلقلِ مینا کو
چوں شیشۂ ساختند ایں ہمنفساں   ریزند بجائے آب خاکے بہ گلو

درد

از فکرِ معاش سیکہ پریشاں شدہ
گاہے ز غمِ معاد حیراں شدہ
ایں ہر دو باختیارِ تو نیست ولے
مشکل ہمہ اینیست کہ انساں شدہ

درد

پیغامِ کرم بہ تند خویاں نبری
وز صلحِ سخن بجنگ جویاں نبری
اظہارِ صفا بغیرِ جنساں بیجاست
آئینہ بہ پیشِ زشت رویاں نبری

درد

ہر دم روم از خویش ونداتم راہی
گو ہے ستم سبک ز وزن گاہے
عمرم ہمہ در سیر گذشت ولیکن
چوں سایہ بپائے خود نرفتم گاہے

درد

در میکده از بسکه فراغ ست بسی
آزاد شود هر که نشیند نفسی

ای درد نه بست هیچ کس دست سبو
زنجیر بپائے خم نکرد ست کسے

بُوعلی سینا

کفرے چو منی گزاف و آسان نبود
محکم تر از ایمانِ من ایمان نبود

در دہر چو من یکے و آں ہم کافر
پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود

عِلمِ جہل خود شناسی

بابا افضل کوہی

در جستنِ جامِ جم زکوتہ نظری
ہر لحظہ گمانے نہ بہ تحقیق بری
رو، دیدہ بدست آر کہ ہر ذرۂ خاک
جامیست جہاں نمائے چوں درنگری

بابا افضل کوہی

تا چند روی از پے تقلید و قیاس
بگذر ز چہار عنصر و از پنج حواس
گر معرفتِ خدائے خود می طلبی
در خود نگر و خدائے خود را بشناس

بابا افضل کوہی

گفتم ہمہ ملکِ حسن سرمایۂ تست
خورشیدِ فلک چو ذرّہ در سایہ تست

گفتا غلطی زما نتواں یافت
از ما تو ہر آنچہ دیدۂ مائیہ تست

بابا افضل کوہی

دنیا طلب تا ہمہ دینت باشد
دنیا طلبی نہ آن نہ اینت باشد

بر روی زمین زیر زمین دارسرے
تا زیر زمین روی زمینت باشد

بابا افضل کوہی

در ملکِ خدا تصرف آغاز مکن
چشم سرخود بعیب کس باز مکن

سرِ دل ہر بندہ خدا می داند
در خود نگر و فضولی آغاز مکن

مولانا جلال الدین رومی

یک لحظه اگر نفس تو محکوم شود — علم ہمہ انبیاء معلوم شود
آں صورت غیبی کہ جہاں طالب اوست — در آئینہ فہم تو مفہوم شود

نصیر الدین طوسی

آں قوم کہ راہ بیں فتادند شدند — کس را بہ یقیں خبر ندادند و شدند
آں عقدہ کہ ہیچکس ندانست کشاد — ہر یک بندے برآں نہادند و شدند

ابو سعید مہنہ

بر چہرہ ندارم از مسلمانی رنگ — بر من دارد شرف سگ اہل فرنگ
آں رو سیاہم کہ باشد از بودن من — دوزخ را ننگ اہل دوزخ را ننگ

ابوسعید مہنہ

گر فضل کنی ندارم از عالم باک — ور عدل کنی شوم بیکبارہ ہلاک
روزی صد بار گویم ای صانع پاک — مشتے خاکم چہ آید از مشتے خاک

عطار

مائیم بعقل ناصواب افتادہ — دل از شر و شور در شراب افتادہ
آزادہ ز نام و ننگ سر بر خشتے — در کنج خرابات خراب افتادہ

ابن یمین

بگفتار اگر دُر فشاند کسے — خموشی بہ بسیار ازیں خوشترست
خردمند خامش بود چوں صدف — اگرچہ درونش پُر از گوہرست

علی حزین

ای مطرب عاشقان نوای تو کجاست ای ساقی جاں آب بقای تو کجاست
گیرم دل ما از نظرت افتاد ست گیرائی مژگان رسائی تو کجاست

علی حزین

ہر چند کہ حسن و عشق مستور یہ است آیاتِ نیاز و ناز مشہور یہ است
ہر سینہ کہ داغ نیست خشتِ لحد ست زاں لب کہ ننالید لبِ گور یہ است

علی حزین

از رہ گذر دوست صبائے نرسید چشم بوصال خاکپائے نرسید
دردا کہ ز درد ما کس آگاہ نشد فریاد کہ فریاد بجائے نرسید

علی حزیں

حسنش بمن از حجاب بیروں آمد   عریاں آتش ز آب بیروں آمد
آمد سحری بر سر بالینم و گفت   برخیز کہ آفتاب بیروں آمد

علی حزیں

دنیا طلبِ دنی بہ دنیا ارزد   مفتون تمنا بہ تمنا ارزد
در عالم ایجاد ندیدیم حزیں   چیزیکہ بدل بستگی ما ارزد

سحابی استر آبادی

باکس نہ سوال و نہ جوابت باید   با مردم چشم خود خطابت باید
چشمے داری و عالمے جلوہ گر است   دیگر چہ معلم چہ کتابت باید

سحابی استرآبادی

گر جرعہ ز جامِ معرفت نوش شود   دیں کشمکشِ ہوا فراموش شود
قلبِ عارف زیرِ فلک گے گنجد   کے دریا را حباب سرپوش شود

سحابی استرآبادی

دل مسکنِ عشق است نہ ماوائے عقول   چوں خانۂ عقل ساختی گشت ملول
تحقیق بداں کہ زود ویراں گردد   ہر خانہ کہ غیر صاحبش کرد نزول

سحابی استرآبادی

در دیدۂ معرفت اگر کوری نیست   بر وجہ خدا حجاب مستوری نیست
دوری تو از مطالبِ مختلف است   مطلوب اگر خدا بود دوری نیست

سحابی استرآبادی

عارف سخن ارچه مختصر ساز کند چشمِ بینائے عالمِ راز کند
ہش دار کہ ہر چند کہ خرد است کلید ہر خانۂ بس بزرگ در باز کند

سحابی استرآبادی

من ربطِ کتابِ عقل بگسیختہ ام اوراقِ فسانہ راز ہم ریختہ ام
ہر چند کہ وصف خود کنم می شاید من میدانم کہ با کہ آمیختہ ام

سحابی استرآبادی

آدم چو بزاد بہر جانِ پاکش برداشت بصد مہر ز خاک افلاکش
بیچارہ دمی کہ زد از کار افتاد در بر نگرفت ہیچ کس خر خاکش

سحابی استرآبادی

نی شاد نشین باش و نہ غمناک نشیں   گر بتوانی ز غل و غش پاک نشیں
من میدانم ترا و مقدار ترا   تو خواہ بتخت و خواہ بر خاک نشیں

سحابی استرآبادی

کامل گوید جہاں تمام داہل است   ناقص گوید کہ کوتہ است و سہل است
شطرنج جہاں - عرصہ جہاں - رخت جہاں   ایں بردن باختن ز علم و جہل است

سحابی استرآبادی

موجود یگانہ ایست پاک از ہمہ رنگ   چہ کفر و چہ ایماں چہ فخر و چہ ننگ
خورشید جہاں یکے و بے تغیر است   خواہی در روم بین و خواہی در زنگ

جامی

دوش آئینۂ خویش بہ صیقل دادم | روشن کردم پیش خود بنہادم
در آئینہ عیب خویش چندان دیدم | کز عیب کسان ہیچ نیاید یادم

جامی

عمرے بہوس باد ہوا پیمودم | در ہر کارے خون جگر پالودم
در ہر چہ زدم دست ز غم فرسودم | دست از ہمہ باز داشتم آسودیم

عماد کرمانی

ہر دم بر دیگرے نمی باید رفت | جز پیش ہنروَرے نمی باید رفت
چوں آب بہر زمیں نمی باید شد | چوں باد بہ ہر درے نمی باید رفت

غیاثائی حلوائی

اے یافتہ ہمچو خط وصالِ کاغذ — با بہرہ ولے زخط وخال کاغذ
ازعلم کتاب کس ترقی نکند — آرے نپرد کسی ببالِ کاغذ

ظہیرا

از دانشِ مبدا و معادِ اشیا — بشنو سخنے کہ نشنوی جز ازما
عالم زازل تا بہ ابد یک سخن است — گوینده آں خدا نیوشنده خدا

علی رضا تجلی

آنرا کہ منزہ بود ذات و صفات — در درس و کلام حکمتش نیست ثبات
در طبع بداں بہ جہل برگردد علم — در طینتِ مار سم شود آب حیات

میر علی جُریا قانی

علمے کہ دراو عمل نباشد عار است ہر سُبحہ کہ بے ذکر بود زنار است
ہر کس کہ بہ علم بے عمل می نازد عالم نبود اعمی مشعل دار است

بوعلی سینا

دل گرچہ درین بادیہ بسیار شتافت یک موئے نہ دانست ولے موئے شگافت
اندر دل من ہزار خورشید بتافت و آخر بکمال ذرّہ راہ نیافت

بوعلی سینا

اے کاش! بدانمے کہ من کیستمے سرگشتہ بہ عالم زپئے چیستمے
گر مقبل و آسودہ و خوش زیستمے ورنہ بہ ہزار دیدہ بگریستمے

کیخسرو خاں

در عشق غم اندوختہ می باید
وز غیر نظر دوختہ می باید

تا دل نشود داغ نگیرد آرام
ایں سوختہ را سوختہ می باید

نورالدین محمد فراری گیلانی

کو ہمنفسے کہ ایں قدر کار کند
از من سخنی بہ مجلس یار کند

گر باعث آشنائی من نشود
از درد دلِ منش خبردار کند

محمد صالح شیرازی

دریا طلب آمدم سرابم کردند
تعمیر طلب شدم خرابم کردند

گفتم بنمائید بمن خصم مرا
ہم صحبت آئینہ و آبم کردند

ذکی شیرازی

در عالمِ بے وفا ودیدیم بسے   بیچارہ تر از خویش ندیدیم کسے
تازانہ روزگار خوردیم بدہر   از دستِ دلِ خویش نہ از دست خسے

ابوالفتح مرزا جاہی

گیرم کہ فلک ہمدم و ہمساز آید   ایام نشاط و طرب و ناز آید
یارانِ موافق از کجا جمع شوند   ویں عمر گذشتہ از کجا باز آید

بیخبر

سودا زدہ حبِ وطن میگردی   گہ مومن وگاہ برہمن میگردی
ای بر تو ہزار بار باشم قرباں   تو خود چہ کمی کہ ہمچو من میگردی

بیاض

صبح ست جہان شگفتہ از باد شمال   آفاق ز فیض سحری مالا مال
زاں پیش کہ دست خود بمالی ہمہ روز   برخیز ز خواب و دیدۂ خوش را بمال

فانی

دادی دادم تو عشوہ و من تو دل   ہستی ہستم تو شاد و من خوار و خجل
بردی بردم تو دل ز من من ز تو غم   کردی کردم تو جور و من جملہ بحل

شیخ روزبہان صوفی رح

ای تازہ جوان شنو ازیں پیر کہن   یک نکتہ کہ ہست مایۂ مغز سخن
یارے کہ درو معرفتے نیست مگیر   کاریکہ درو منفعتے نیست مکن

میر معصوم کاشی

ایخواجه که از عقل به مجنوں نرسی نمرود اگر شوی بگردوں نرسی
زنہار فرو مرو به دنیا که اگر صد سال فرو روی بقاروں نرسی

مظفر حسین کاشی

ای دل که به آزادی خود در بندی غافل که اسیر خود بصد پیوندی
چوں مرغ قفس که با قفس گردانند عالم گشتے و ہمچناں در بندی

مرزا بیدل

بر زور مناز ی که زبوں سازندت گردن نفرازی که بنیدا زندت
ای قلب بلای امتحاں در پیش ست بگذار از اں پیش که بگدازندت

صدرالدین نشاپوری

گر دہد دست روزگار دست و زبان بہا — دست درازی مجوی چیرہ زبانی مکن
با ہمہ عالم بلاف با ہمہ کس از گزاف — ہر چہ ندانی مگوی ہر چہ توانی مکن

غنی کشمیری

بے فہم اگر چشم بدوزد بہ کتاب — نتواند دید روئے معنی در خواب
کے غور کنند در سخن بے مغزاں — غواصی بحر نیست مقدورِ حباب

غنی کشمیری

ہوش است کہ سرمایہ صد دردسر است — فارغ بال آنکہ از جہاں بیخبر است
در بیضہ نمی کنند مرغان فریاد — ہر چند کہ بیضہ از قفس تنگ تر است

حکیم میرزا محمدؒ

عارف سخن از سرّ نہان نتواند   واصل صفتِ وصل بیان نتواند
چوں قطرهٔ پیوسته بدریا گم شد   گم گشته ز گم کرده نشان نتواند

فیضی ہندوستانی

چندانکه به حکمت گردمی ورتری   تا می شمری نجوم بے نور تری
آں کور که تو راه از و می پرسی   او میداند که تو از و کور تری

فیضی ہندوستانی

عاشق که غم از جان خرابش نرود   تا جان نرود از تن تب و تابش نرود
خاصیت سیماب بود عاشق را   تا کشته نگردد اضطرابش نرود

قادری ہندوستانی

عارف دل و جانِ تو معین سازد   خارے کہ کند بجاش گلشن سازد

کامل ہمہ را ز نقص بیرون آرد   یک شمع ہزار شمع روشن سازد

آزاد بلگرامی

شپرہ با حضرت خورشید گفت   چشم مرا کور چرا می کنی

گفت ترا طاقت دیدار نیست   کور خودی شکوہ زما می کنی

درد

مہمانی رنج و المی باید کرد   دل را آباد از غمے باید کرد

فرصت مفت ست اے ہستیِ غافل   شادی گر نیست ماتمی باید کرد

درد

موجود چو در عالم اظہار شدیم   آگہ ز ہمہ نہفتہ اسرار شدیم
اے درد ز بیرنگی خود فہمیدیم   وقتی کہ بصد رنگ نمودار شدیم

شیخ نظام الدین احمد بلگرامی

تا چند پئے خیال بیہودہ شوم   وز دست ہوای حرص فرسودہ شوم
از زندگئے چنیں طولم بسیار   کو مرگ کہ تا بحشر آسودہ شوم

رضی آرتیمانی

صد شکر کہ نیستم من از بے خبران   گہ مست مئے وصلم و گہ از ہجران
دانشمندان تمام گریاں بر من   خنداں من دیوانہ بہ دانشمنداں

ڈاکٹر سر محمد اقبال

جہان مشتِ گل و دل حاصلِ اوست　　ہمیں یک قطرۂ خوں مشکل اوست

نگاہِ ما دوبیں افتاد ورنہ　　جہانِ ہر کسے اندر دل اوست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سحر می گفت بلبل باغباں را　　دریں گل جز نہالِ غم نہ گیرد

بہ پیری می رسد خار بیاباں　　ولے چوں گل جواں گردد بمیرد

بابا افضل کوہی

مردان رہیست کہ سرِ معنی دانند　　از دیدۂ کوتہ نظراں پنہانند

ایں طرفہ تر است ہر کہ حق را بشناخت　　مومن شد و خلق کافرش میخوانند

کبر و پستی و ریا و سالوس

باعث ہمدانی

زاہد نفسی بہ دوست ہمدم نشدی	در خلوت وصل یار محرم نشدی
ملا و حکیم و صوفی و شیخ شدی	ایں جملہ شدی ہنوز آدم نشدی

خواجہ علی نعیم

گیرم کہ ہزار مصحف از بر داری	آنرا چہ کنی کہ نفس کافر داری
سر را بزمیں چہ می نہی بہر نماز	آنرا بزمیں بنہ کہ در سر داری

خواجه علی نعیم

چندانکه باهل کبر محشور شوی　　از رحمتِ کردگار خود دور شوی
گر باده خوری و بعد ازان توبه کنی　　بهتر که کنی نماز و مخمور شوی

خواجه علی نعیم

این پیش نمازیم نه از روے ریاست　　حق میداند که از ریا مستغناست
اینک خوشم افتاد که هنگام نماز　　پشتم بخلایق است و رویم بخداست

فیضی تربتی

زاهد تو ز مستی منگر پستیٔ ما　　صرفِ رهِ نیستی شده هستی ما
ما مست محبتیم و تو مستِ غرور　　فرق است ز مستی تو با مستیٔ ما

حکیم سنائی

اے گل انہ بسیم اگر بجانت نخرند   چوں بر تو شبے گذشت نامت نبرند
گہ نیز عزیز وگاہ خوارت شمرند   بر سر ریزند و زیر پایت سپرند

آقا حسین خوانساری

مسواک چہ سود زاہد پاک دہاں   صد ریشہ فرو بردہ طمع در دل و جاں
از ذکر ریائے تو ہر دم تسبیح   دنداں ز غصہ میزند بر دنداں

رفیع واعظ

ایں مدعیاں کہ راہ نشناختہ اند   بر دعوے فقر گردن افراختہ اند
در بر نہ مرقع است ایں طائفہ را   بر دعوے خویش محضرے ساختہ اند

قدسی

خواری شرفِ مردمِ دانا باشد
عزت مطلب فروتنی تا باشد
با صدر نشینیاں منشیں کز میزاں
ہر سر کہ سبک تر است بالا باشد

ابوسعید مہنہ

در دل ہمہ شرک روئے بر خاک چہ سود
با نفس پلید جامۂ پاک چہ سود
زہر است گناہ توبہ تریاک وے است
چوں زہر بجاں رسید تریاک چہ سود

خلیفہ سُلطان

بگذر ز ریا کہ طور ایماں نبود
تخم عمل آں بہ کہ نمایاں نبود
دانی کہ نروید و نہ بخشد ثمرے
تا دانہ بزیر خاک پنہاں نبود

رفیقائی یزدی

این قوم که در پناهِ ریش آمده اند
گرگ اند که در لباسِ میش آمده اند

برگشته ز اسلام بہ خویش آمده اند
پس رفته و در گمان که پیش آمده اند

عمر خیام

شیخے بہ زنے فاحشہ گفتا مستی
ہر لحظہ بہ دامِ دگرے پابستی

گفتا، شیخا! ہر آنچہ گوئی ہستم
اما تو چنانکه می نمائی ہستی

عمر خیام

آں قوم کہ سجادہ پرستند خرند
زیرا کہ بزیرِ بار سالوس در اند

ویں از ہمہ طرفہ ترکہ در دیدۂ زہد
اسلام فروشند و ز کافر بتر اند

عمر خیام

پندے دہمت اگر بمن داری گوش
از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش

عقبیٰ ہمہ روزست و دنیا یکدم
از بہر دمی ملک ابد را مفروش

عمر خیام

برگیر ز خود حساب اگر باخبری
کاول تو چہ آوری و آخر چہ بری

گوئی نخورم بادہ کہ می باید مرد
می باید مرد گر خوری ورنہ خوری

عمر خیام

با من تو ہر آنچہ گوی از کیں گوئی
پیوستہ مرا ملحد و بیدیں گوئی

من خود مقرم ہر آنچہ ہستم لیکن
انصاف بدہ ترا رسد کیں گوئی

رافعی نیشاپوری

در جامۂ صوف بستہ زنار چہ سود در صومعہ رفتہ دل بہ بازار چہ سود
زآزار کسان راحت خود می طلبی یک راحت و صد ہزار آزار چہ سود

شیخ سعدی

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ بے توشہ چہ تدبیر کنی وقت بسیچ
روے طمع از خلق بہ پیچ ار مردی تسبیح ہزار دانہ بر دست مپیچ

مومن یزدی

مومن بہ بدی نیست کسی مانندت وین طرفہ کہ خلق نیک میخوانندت
عمرے بودی چنانکہ خود میدانی یک چند چنان باش کہ میدانندت

مومن یزدی

از کینه دمی بسوی ایماں نشدی
وز کردهٔ خویشتن پشیماں نشدی

از طعنهٔ مرداں شدی سوی حرم
حاجی گشتی ولے مسلماں نشدی

مرزا مقیم ہمت

آں قطره که از موج سبک تر گردید
بر اوج شد و فتاد و گوہر گردید

شد از سبکی بلند و از افتادن
گوہر گردید و زیب افسر گردید

بہائی آملی

گفتیم مگر که اولیائیم نه ایم
یا صوفی صُفّه صفائیم نه ایم

آراسته ظاہریم و باطن نه چناں
القصه چناں که می نمائیم نه ایم

بہائی آملی

اے زاہد خام از خدا دوری تو
ما با تو چہ گوئیم کہ معذوری تو
تو طاعت حق کنی بامید بہشت
رو رو تو نہ عاشقی کہ مزدوری تو

میرزا شریف تجرید

اے زاہد خود پرست احوالت چیست
حاصل ز خداوندی اشالت چیست
من در طلب رضاے یک کس مردم
اے بندہ صد ہزار کس حالت چیست

غزالی مشہدی

در کعبہ اگر دل سوے غیر است ترا
طاعت ہمہ فسق و کعبہ دیر است ترا
گر دل بخدا و ساکن بتکدہ
خوش باش کہ عاقبت بخیر است ترا

بابا افضل کوہی

بگذر ز ولایتی کہ آن زان تو نیست
زان در دلشان مدہ کہ در جان تو نیست

از بے خردی بود کہ با جوہریان
لاف از گہرے زنی کہ در کان تو نیست

بابا افضل کوہی

گر مست نۂ مست نمائی میکن
در دزد نۂ نہان ربائی میکن

تا خلق ز اسرار تو واقف نشوند
رندی نمائے و پارسائی میکن

شرف یزدی

در چشمۂ شرع کج ز دم چون خرچنگ
در بیشۂ دیں چو روبہ پر نیرنگ

بر منبر علم ہمچو در کوہ پلنگ
در دلق کبود ہمچو در نیل نہنگ

نجم الدین خوارزمی

گر طاعتِ خود نقش کنم بر نانے ۔۔۔ واں نان بنہم پیش سگی بر خوانے
واں سگ سالے گرسنہ در زندانے ۔۔۔ از ننگ بر اں نان نہد دندانے

شاہ سنجان خافی

در راہ چناں رو کہ سلامت نکنند ۔۔۔ با خلق چناں زی کہ قیامت نکنند
در مسجد اگر روی چناں رو کہ ترا ۔۔۔ در پیش نخوانند و امامت نکنند

سحابی استر آبادی

ہر کس کہ نہ ترک اعتبار خود کرد ۔۔۔ او کار خدا نہ کرد کار خود کرد
زاری و نیاز و عجز میخواہد عشق ۔۔۔ کس را نتواں بہ زور یارِ خود کرد

سحابی استر آبادی

دانی چہ بود سوئے خداوند شدن　　بیروں ز جہان بودن و پیوند شدن

از کعبہ روی چہ بود سودِ خواہم　　مشتاق زن و خانہ و فرزند شدن

سحابی استر آبادی

ای دل بخیال ہرزہ تازی تا کے　　رو نہ بہ حقیقتے مجازی تا کے

زیر فلک اختراں شمردن تا چند　　چوں طفل بہد مہرہ بازی تا کے

شیخ عطار

تا بتوانی خستہ مگرداں کس را　　بر آتش خشم خویش منشاں کس را

گر راحت جاوداں طمع میداری　　می رنج ہمیشہ و مرنجاں کس را

سرمد

گر مستقیم کار بیار است مرا
با سبحہ و زنار چہ کار ست مرا
این خرقۂ پشمینہ کہ صد فتنہ درو ست
بارش نہ کنم بدوش عار ست مرا

سرمد

آں کیست کہ او زہد و ریا نشناسد
در مکر و دغا خدا چو ما نشناسد
گفتی کہ مخور بادہ چو من زاہد شو
ایں را بہ کسے گو کہ ترا نشناسد

سرمد

شد حشر کنوں صور و سرافیل کجا ست
طوق ادب از بہر عزازیل کجا ست
از بہر خراب کردن بیت اللہ
شد فیل نمودار ابابیل کجا ست

حکیم قاآنی

گاہے ہوسِ بادۂ رنگیں دارم گاہ آرزوی وصلِ نگاریں دارم
گہ سبحہ بدست و گاہ زنار بدوش یارب چہ کسم کیم چہ آئیں دارم

سلمان ساوجی

ازبسکہ شکست و باز بستم توبہ فریاد ہمی کند ز دستم توبہ
دیروز بہ توبۂ شکستم ساغر وامروز بہ ساغرے شکستم توبہ

سیف الدین باخرزی

کردم بطوافِ خانۂ یار آہنگ سنگے دیدم نہادہ انجا بر سنگ
چوں بود تہی زیار ناکردہ درنگ واگر دیدم سنگ نہاں بس دل سنگ

شفیق بلخی

صوفی کہ بخرقہ دوزیش بازار است | گر بخیہ بہ فقر خود می زند خوش کار است
در خواہش طبع دست او جنباند | ہر بخیہ و رشتہ اش بت و زنار است

شحنہ مازندرانی

شیخے کہ شکست او زخامی خم من | زو عیش و نشاط بادہ خواران شد طے
گر بہر خدا شکست ای وای بمن | ور بہر ریا شکست پس وای بوے

القاص مرزا صفوی

چوں شیر درندہ در شکاریم ہمہ | دایم بہوای نفس یاریم ہمہ
گر پردہ ز روی کارہا بردارند | معلوم شود کہ در چہ کاریم ہمہ

سلطان قاجار

قومے کہ بزعم مردمان متقیند — من ہیچ نگویمت تقی یا نقیند
چون ہیک بہ فعلِ جملہ اندر نگریم — دزد و دغلند ملحدند و شقیند

الفت کردستانی

باز آکہ زعشق سرفرازی بکنیم — با گردش چرخ سفلہ بازی بکنیم
سازیم زمانہ بکامِ دلِ خویش — یکچند بیا زمانہ سازی بکنیم

مرزا ابوالقاسم شیرازی

با فلان گفتم اے پسر پدرت — جز بہ تاریکی ارچہ نان نخورد
گفت ترسد ز روشنی کہ مباد — سایہ اش دست سوی کاسہ برد

تاراج اصفہانی

درصومعہ شیخ قصۂ تازہ کند　　در دیر کشیش ذکر آوازہ کند
آسودہ کسیکہ بر حدیث ہر دو　　یک گوش چو در یکے چو دروازہ کند

ہادی ابرقوہی

دنیا داراں صلاے احساں ندہند　　جز حالت تپ ناں بفقیراں ندہند
ایں طائفۂ سوختنی ہمچو تنور　　تا گرم نگردند بکس ناں ندہند

منصور امغانی

در بستر آرزو غنودن تا کے　　تا کے مرہون نفس بودن تا کے
یکبار بسہو ہم سرے بالا کن　　بر درگہ خلق جبہہ سودن تا کے

جامی

جامی تن زن سخن طرازی تا چند
افسون گری و فسانه سازی تا چند

اظهار حقایق به سخن هست خیال
ای ساده دل این خیال بازی تا چند

جامی

آلوده دلی که از هوس پاک نشد
آسوده نشد سری که بی باک نشد

جز آب و علف نکرد ضایع صیدی
کاویخته حلقهٔ فتراک نشد

جامی

از شرب مدام و لاف مشرب توبه
وز عشق بتان سیم غبغب توبه

در دل هوس گناه و بر لب توبه
زین توبهٔ نادرست یا رب توبه

خسرو

دایم دل خود بہ معصیت شاد کنی   چوں غم رسدت خدای را یاد کنی
دنیا ز تو رفتہ و ترا دعوی ترک   گنجشک پریدہ را چہ آزاد کنی

رکن صاین

با دعوی زہد فعل عصیاں تا چند   با معنی کفر لاف ایماں تا چند
برخیز کہ دلق زرق را پارہ کنم   این زہد عیاں و فسق پنہاں تا چند

رکن صاین

مومن گشتیم کفر پنہاں باقیست   جنگِ آں شوخ ناپشیماں باقیست
مردیم و نمرد نفس کافر چہ علاج   آدم گردید خاک و شیطاں باقیست

عاقل

مطلب ز ردای فقر اگر ابرام است   پس منعم ساده از چه رو بدنام است
از خلوت زاهد ریائی پرهیز   اینجاست که در کرد رمیدن دام است

رودکی سمرقندی

روی بمحراب نهادن چه سود   دل به بخارا و بتان طراز
ایزد ما وسوسه عاشقی   از تو پذیرد نپذیرد نماز

ابوزراعه جرجانی

هر آنکسیکه نباشد ز اختر اقبال   بود همه هنر او بخلق نامقبول
شجاعتش همه دیوانگی فصاحت حشو   سخا گزاف و کریمی فساد و فضل فضول

شاپور

آثار صفا ز اہل تزویر مخواہ　بوی عنبر ز طینت سیر مخواہ
از زاہد خشک رمز عرفان مطلب　بینای از آئینۂ تصویر مخواہ

شاپور

آں فرقہ کہ خویش را دلی میدانند　بیچارہ عوام را بخود می خوانند
اللہ و رسول بر زباں می رانند　چوں درنگرے خلیفۂ شیطانند

طالب آملی

سہل است اگر توبہ شکستم من مست　کز رنج خمار رفتہ بودم از دست
دل بد نکنم کہ توبہ ہم ساغر نیست　کز حادثہ گر شکنندش نتوان بست

طالب آملی

در کفر تو ننگم از مسلماں آید
رشکم بر کیش بت پرستاں آید

سجادہ نہ از زہد بر آتش ننہم
می ترسم ازاں کہ بوی ایماں آید

طالب آملی

آنم کہ بکام خواہش خویشتنم
گہ سجدۂ برکنشت وگہ بت شکنم

زنارم و در صومعۂ زہادم
تسبیحم و در سلسلۂ برہمنم

طالب آملی

زاہد کہ بساط انجمن را شکند
ور توبہ دل تو بہ شکن را شکند

آں مایہ غرور ست کہ گر از خاکش
سازی خم بادہ خویشتن را شکند

طالب آملی

آں بادہ کہ دوش زاہد بپروز خوردیم وندادروح رانشہ درد
آلودۂ توبہ شد لب مشرب از د گوئی نجم سر کۂ زاہد پرورد

ملا محمد سعید اشرف

گر سفلۂ دوں زاہل تمکیں گردد در حال زراہ ورسم پیشیں گردد
از دولت عارضی کند خود راگم مانند پیادۂ کہ فرزیں گردد

سید شرف الدین اشرفی سمرقندی

دل کیست یکی جای نشست غم تست جاں کیست یکی ہوا پرست غم تست
ویں عمر بحیلۂ کہ مست غم تست روزی چندست و آں ہم بست غم تست

نقی مکرہ

جز یادِ حق ار حاصلت از زندگی ست   شرمندگی حال این بندگی ست
ذکرت ہمہ فکرِ گاو خر وقت نماز   نہ بندگی ست اینکہ خر بندگی ست

شاہ ولایت اللہ

درویش شدن بہ پشم پوشی نبود   عارف بودن بہ ہرزہ جوشی نبود
کافی ست اشارہ از مقام تحقیق   درحضرت او بادفروشے نبود

آقا عبد الباقی ندوی

یا عاشق حق گذار می باید بود   یا فاسق ہرزہ کار می باید بود
نی عاشق و نی فاسق و پس دُنیا   از بہر چہ کارسے باید بود

امیر خسرو

تا کی بزبان طاعت و اندر دل جام بگرفتہ علم زہد گیسہ تقوی نام
دُردی بمن آور چو مئی نیست بجام میخوارۂ پختہ بہتر از صوفی خام

شیخ نجم الدین کبری

قلاش و سیہ گلیم و عاشق بودن میخوارۂ و بت پرست و فاسق بودن
در کنج خرابات موافق بودن بہ زانکہ بخرقہ در منافق بودن

علی حزیں

پرسید زیار خود یکے از یاراں کای یار بگو چگونہ گفت ایجاں
فرسودہ شد از خوردن نعمت دنداں لیک از گلہ یکروز نیاسود زباں

سلطان حسین مرزا

در عشق بتاں بے سر و ساماں بودن ہمدم ہمہ دم با غم ایشاں بودن
رفتن بہ کلیسا و بستن زنار بہ زانکہ بہ تقلید مسلماں بودن

عہدی ساوجی

برہم زدہ گرگے گلہ را چوپاں کو ایں پست و بلند و ہر را سوہاں کو
کافر شدہ ابنائے زماں نوح کجاست فاسد شدہ اجزای زمیں طوفاں کو

سحابی استر آبادی

خوش آنکہ بوصل خویش واصل شدہ است بیروں از قید سہل و مشکل شدہ است
فخر از عزت مدار و ننگ از خواری کایں خاک بسے گل شدہ و گل شدہ است

مولانا جلال الدین رومی

بدمکنی و نیک طمع می داری — هم بد باشد سزاے بدکرداری
با آنکه خداوند کریم ست و رحیم — گندم ندہد بار چو جو می کاری

امیر مغیث محوی

زانہا کہ بخویشتن فزودی چہ شدی — بنماے بگو کہ درچہ سودی چہ شدی
تاکے گوی کہ یک دو روز مہلت — عمری محوی کہ زندہ بودی چہ شدی

خواجہ حسین مروی

ای کافر بدعہد مسلماں نشدی — شرمندہ و منفعل زعصیاں نشدی
عمر تو تمام در ضلالت بگذشت — افسوس کہ از کردہ پشیماں نشدی

محمد افضل سرخوش

گشتیم بہر کوچہ و بازار بسی
در دہر نیافتیم یک ہمنفسی

سرخوش چو کتاب ہر گرامی دیدیم
گویا از خویش و نشنود حرف کسی

نواب

یکچند بہ بزم فقہ کاران رفتم
چندی بدر خرد گزاران رفتم

دیدم ہمہ اندیشۂ دنیا سازیست
نواب بکوی دین شعاران رفتم

درد

ای درد گہی بآبیاری ضو
دل سوی شگفتگی نمی آرد رو

اکنون بدر میکدہ باید رفتن
کاین عقدہ کشاید مگر از دست سبو

درد

ای شیخ بخلق از کرامات مگو
اخبار پریشان بمباهات مگو
منظور اگر بیهده گوی باشد
دیگر چه کم ست این خرافات مگو

درد

یک عمر قدم براه افسانه زدیم
یک چند درِ کعبه و بتخانه زدیم
المنة لله که آخر ای درد
در میکده آمدیم و پیمانه زدیم

درد

برهم چون گل ز دست اوراق خودیم
آتش زدهٔ شرار چقماق خودیم
از ماست هر آنچه درد بر ماست همه
ای وای که با این همه مشتاق خودیم

درد

بُختیم و خیالِ خام پیدا کردیم — آزاد شدیم و دام پیدا کردیم
یعنی ای درد همچو عنقا از خلق — گم گردیدیم و نام پیدا کردیم

درد

در ملتِ عشق خوب و زشت دگر ست — هم کعبہ دیگر و کنشت دگر ست
زاہد تو و گلچینیِ گلزار بہشت — خندیدن یار ما بہشت دگر ست

درد

اسرار صفا بہ پیش دونا گفتن — بیجاست چو گوہر بخسا پیس سفتن
یعنے نرود کدورت از طبع دنی — از روی زمیں غبار نتواں رفتن

غالب دہلوی

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار   ساقی و مغنی و شرابی و سرودے
زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند   حق را بسجودے و نبی را بدرودے

غالب دہلوی

شرط است کہ روی دل خراشم ہمہ عمر   خونابہ برخ ز دیدہ پاشم ہمہ عمر
کافر باشم اگر بمرگ مومن   چوں کعبہ سیہ پوش نباشم ہمہ عمر

غالب دہلوی

ہر کس ز حقیقت خبرے داشتہ است   برخاک رہ عجز سرے داشتہ است
زاہد ز خدا ارم بدعوی طلبد   شداد ہمانا پسرے داشتہ است

غنی

مستان ہمہ خفتہ اندر سایۂ تاک　　از گرمی خورشید قیامت بیباک

دنیا گویند مزرعۂ آخرت ست　　ای شیخ بریز دانۂ سبحہ بخاک

واقف دہلوی

مستوجب طعنہ و نادم ماییم　　شایان ملامتِ دو عالم مائیم

سوزیم چراغ کعبہ در بت خانہ　　بدنام کنِ دودۂ آدم مائیم

آزاد بلگرامی

فسق ست و فساد کار ہر روزۂ ما　　پُر شد ز حرام کاسۂ و کوزۂ ما

می خندد روزگار و می گرید عمر　　بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما

آزاد بلگرامی

این قوم که تقوائے ریائی دارند | دانی ز چہ اسباب ورع جمع آرند
مسواک کہ دندان طمع تیز کنند | تسبیح کہ عیب مردماں شمارند

گرامی پنجابی

شیخیم مقدسیم غازی مائیم | از راہ نشینانِ حجازی مائیم
بے پردہ بہ کعبہ سبحہ گردان بودیم | در پردہ امامِ مہرہ بازی مائیم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

رمیدی از خداوندانِ افرنگ | ولے بر گور و گنبد سجدہ پاشی
بہ لالائی چناں عادت گرفتی | ز سنگِ راہ مولائے تراشی

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ہزاراں سال با فطرت نشستم ۔ باو پیوستم و از خود گسستم
ولیکن سرگذشتم این دو حرف است ۔ تراشیدم ۔ پرستیدم ۔ شکستم

بابا افضل کوہی

آں کس کہ درون سینہ را دل پنداشت ۔ گامے دو نرفتہ جملہ حاصل پنداشت
تسبیح و سجادۂ توبہ و زہد و ورع ۔ این جملہ رہست خواجہ منزل پنداشت

سحابی استرآبادی

گر راز نہانِ حق تعالیٰ بینند ۔ کے سود و زیان خویشتن را بینند
خلقے بگمان اہل یقین اند ہمہ ۔ کوران خود را بہ خواب بینا بینند

بے ثباتی دنیا و غزلت

ابوسعید مہنہ

روزے زپئے گلاب می گردیدم	پژمردہ عذار گل در آتش دیدم
گفتم کہ چہ کردہ کہ می سوزندت	گفتا کہ دریں باغ دمے خندیدم

ابوسعید مہنہ

گر دشمن مرداں ہمگی حرق شود	ہم برق صفت بخویشتن برق شود
گر سگ بہ مثل درون دریا برود	دریا نشود پلید سگ غرق شود

بابا افضل کوہی

گیرم که سلیمان نبی را پسری / بر باد نشسته و جهان می سپری
گیرم که بکام تست گیتی شب و روز / بنگر پدرت چه برد تا تو چه بری

بابا افضل کوہی

گر بر فلکی بخاک باز آرندت / در بر سر نازی به نیاز آرندت
فی الجمله حدیثِ مطلق از من بشنو / آزار مکن تا که نیازارندت

بابا افضل کوہی

گیرم که همه ملک تو چین خواهد بود / آفاق ترا زیر نگین خواهد بود
خوش باش که عاقبت نصیب من و تو / ده گز کفن و سه گز زمین خواهد بود

بابا افضل کوہی

رفتم بہ سرگور بعبرت بینی دیدم ہمہ زار لعبتان چینی
گفتم کہ چہ حال است شمارا اینجا گفتند چہ گوئیم چو آئے بینی

بابا افضل کوہی

گر یار بکام خویش ہمدم یابی از عمر مراد خویش آندم یابی
زنہار غنیمت شمر آں یکدم را شاید کہ دمے دگر چناں کم یابی

بابا افضل کوہی

گر حاکم صد شہر و ولایت باشی ور در ہنر و فضل بغایت باشی
گر عاشق مطلقے وگر زاہد پاک روزی دو سہ بگزرد حکایت باشی

مومن یزدی

زہر است حضور خلق اگر یک نفس است
تریاک دہد تلخی اگر یک عدس است

محتاج بہ آشنائی خلق نہ ایم
ما را الم نفسِ بدِ خویش بس است

مومن یزدی

داریم ز بے ثباتئ عمر الم
نگذاشت کہ ما دمی برآریم بہم

از اشہبِ وز رواد ہم شب دریاب
کین اسپ دو اسپہ میرود سوئے عدم

قدسی

بر فرق ہما تبسم دارد
اندیشہ درایں نکتہ مرا گم دارد

در سایۂ مرغ چہ گریزی قدسی!
کاو چشم بر استخواں مردم دارد

قدسی

ہر کار کہ در جہاں میسر گردد　　ہر گاہ بہ پایاں رسد ابتر گردد
نیکو نبود ہیچ مرادے بکمال　　چوں صفحہ تمام شد ورق برگردد

حکیم خاقانی

دانی ز جہاں چہ طرف بر بستم ہیچ　　وز حاصل ایّام چہ در دستم ہیچ
شمع طربم ولے چو بنشستم ہیچ　　آں جام جمم ولے چو بشکستم ہیچ

شہید بلخی

دوشم گزر افتاد بہ ویرانۂ طوس　　دیدم جغدے نشستہ جائے طاؤس
گفتم چہ خبر داری ازایں ویرانہ　　گفتا خبر این است کہ افسوس افسوس

شهید بلخی

اگر غم را چو آتش دود بودے — جہاں تاریک بودے جاودانہ
دریں گیتی سراسر گر بہ گردے — خردمندے نیابی شادمانہ

سحابی استرآبادی

دنیا بگذار و بگذر از شور و شرش — آلودہ مشو چو مردم بے بصرش
کشتی چو شکست خواجہ را در دریا — مشکے پُر باد بہ کہ انبان زرش

سحابی استرآبادی

از خلق جہاں آنکہ خبردار ترست — مفلس تر و خامش تر و بیکار ترست
در باغ بہ سرو باغبانی میگفت — خوش میوہ ترین درخت کم بار ترست

سحابی استرآبادی

مادام کہ دستِ کس بہ ہر سود یہست
کم راہ برو کہ غیر او بودی ہست

بر وفق مراد تو از ان نیست فلک
تا دریابی غیر تو وجودی ہست

سحابی استرآبادی

ہر چند زمانہ شور و شر انگیزد
بشکیب اگر نہ زاں تبر انگیزد

نتواں بر موج بحر دست روزد
کاں دست زدن موج دگر انگیزد

سحابی استرآبادی

اے ڈشنے دوش دین نہ داد تو خوش
یک ساکن نیست در غم آباد تو خوش

بگرفت دلم ز غربت آباد وجود
اے مسکن مالوفِ عدم باد تو خوش

سحابی استرآبادی

تا چند اسیر چرخ سرکش بودن بے حاصل و ناخوش و مشوش بودن
خرم دل نیست غائت سیر جہاں نتوان بامید مردنی خوش بودن

خفی خوانساری

در مذہب اہل درد آنکس فرد است کز خلق مجرد ز علایق فرد است
خورشید کہ ہست عالم آرا حقی روشن دل از آنست کہ تنہا گرد است

مسعود سعد سلمان

نہ ہست مرا بہ شادئی دسترسے نہ گفت توانم غم خود را بہ کسے
صد غم دارم نہفتہ در ہر نفسے در من نگرید و شکر گوئید بسے

مسعود سعد سلمان

نہ روز مرا ہنرم و نہ شب دغن — زیں ہر دو بر آسود مرا دیدہ و تن
در حبس شدم بہ مہر و مہ قانع من — کایں روزم گرم دارد و آں شب روشن

بایزید بسطامی

کو سوختہ کہ سازمش ہمدم خویش — یا دل شدہ کہ یابمش محرم خویش
پس ہر دو بہ کنج خلوتے بنشستیم — من ماتم خویش دارم او ماتم خویش

عمر خیام

دوشینہ پئے گلاب میگردیدم در طرف چمن — پژمردہ گلے میاں گلہا دیدم پژمردہ چو من
گفتم کہ چہ کردہ چنیں میسوزی اے عاشق زار — گفتا کہ بسی دریں چمن خندیدم پس وائے من

عمر خیام

آن قصر که با چرخ همی زد پهلو   بر درگه او شهان نهادندی رو
دیدیم که بر کنگره‌اش فاخته‌ای   بنشسته همی گفت که کوکو کوکو

عمر خیام

آمد سحری ندا ز میخانهٔ ما   کای رند خراباتی دیوانهٔ ما
برخیز که پر کنیم پیمانه ز می   زان پیش که پر کنند پیمانهٔ ما

عمر خیام

برخیز و بیا بناز بهر دل ما   حل کن بجمال خویشتن مشکل ما
یک کوزه می بیار تا نوش کنم   زان پیش که کوزه‌ها کنند از گل ما

عمر خیام

ای دل ز زمانه رسم احسان مطلب
وز گردش دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی درد تو افزون گردد
با درد بساز و هیچ درمان مطلب

عمر خیام

ای چرخ فلک خرابی از کینهٔ تست
بیدادگری عادت دیرینهٔ تست
ای خاک اگر سینهٔ تو بشگافند
بس گوهر قیمتی که در سینهٔ تست

عمر خیام

ساقی چو زمانه در شکست من و تست
دنیا نه سراچهٔ نشست من و تست
گر زانکه بدست من و تو جام میست
میدان بیقین که حق بدست من و تست

عمر خیام

گر کار تو نیک ست، بہ تدبیر تو نیست　　در سر برود نیز بہ تقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیش کن و شاد بزی　　چوں نیک و بد جہان بہ تدبیر تو نیست

عمر خیام

ای دل چو نصیب تو ہمہ خوں شدنست　　احوال تو ہر لحظہ دگرگوں شدنست
ای جاں تو دریں تنم چہ کار آمدہ　　چوں عاقبت کار تو بیروں شدنست

عمر خیام

در ہر دشتی کہ لالہ زاری بودست　　آں لالہ ز خون شہریاری بودست
ہر برگ بنفشہ کز زمیں می روید　　خالیست کہ بر رخ نگاری بودست

عمر خیام

پیش از من و تو لیل و نهاری بودست گردنده فلک برای کاری بودست
زنهار قدم بخاک آهسته نهی کان مردمک چشم نگاری بودست

عمر خیام

ای دل چو زمانه می کند غمناکت ناگه برود ز تن روان پاکت
بر سبزه نشین و خوش بزی روزی چند زان پیش که سبزه بردمد از خاکت

عمر خیام

بس خون کسان که چرخ بیباک بریخت بس گل که برآمد از گل و پاک بریخت
بر حسن و جوانی ای پسر غره مشو بس غنچهٔ ناشگفته بر خاک بریخت

عمر خیام

طوریست کہ صد ہزار موسیٰ دیدست   دیریست کہ صد ہزار عیسیٰ دیدست
قصریست کہ صد ہزار قیصر بگذشت   طاقیست کہ صد ہزار کسری دیدست

عمر خیام

دنیا دیدی و ہر چہ دیدی ہیچ ست   واں نیز کہ گفتی و شنیدی، ہیچ ست
سرتا سر آفاق دویدی، ہیچ ست   واں نیست کہ در خانہ خزیدی ہیچ ست

عمر خیام

شادی مطلب کہ حاصل عمر دمی ست   ہر ذرّہ زخاک کیقبادی و جمی ست
احوال جہان و اصل ایں عمر کہ ہست   خوابی و خیالی و فریبی و دمی ست

عمر خیام

این کهنه رباط را که عالم نام ست آرام گه ابلق صبح و شام ست
بزم ست که وا ماندهٔ صد جمشید ست قصر یست که تکیه گاه صد بهرام ست

عمر خیام

آں قصر که بهرام در و جام گرفت روبه بچه کرد و شیر آرام گرفت
بهرام که گور می گرفتے دایم امروز نگر که گور بهرام گرفت

عمر خیام

چوں عمر بسر رسد چه بغداد و چه بلخ پیمانه چو پر شود چه شیرین و چه تلخ
می نوش که بعد از من و تو ماه بسی از سلخ بغره آید از غره به سلخ

عمر خیام

آنها که کهن شدند آنها که نواند   هر یک بمراد خویش یک یک بروند
این سفله جهان بکس نماند جاوید   رفتند و روند و دیگر آیند و روند

عمر خیام

کم کن طمع از جهان بمیری خورسند   وز نیک و بد زمانه بگسل پیوند
خوش باش چنانکه این دورفلک   هم بگسلد و نماید این وزی چند

عمر خیام

این کوزه گران که دست در گل دارند   عقل و خرد و هوش بر آن بگمارند
مشت و لگد و طپانچه تا چند زنند   خاکی بدهان ست چه می پندارند

عمر خیام

لب بر لب کوزہ ہیچ دانی مقصود　　یعنی لب من نیز چو لبہای تو بود
آخر چو وجود من نماند موجود　　بھات چنیں شود بفرمان ودود

عمر خیام

گویند بہشت حوض و کوثر باشد　　وانجا مئی ناب و شہد و شکر باشد
پر کن قدح بادہ و بر دستم نہ　　نقدے ز ہزار نسیہ خوشتر باشد

عمر خیام

افسوس کہ نامۂ جوانی طے شد　　وین تازہ بہار شادمانی طے شد
وان مرغ طرب کہ نام او بود شبا　　فریاد کے آمد و ندانم کے شد

عمر خیام

افسوس کہ سرمایہ ز کف بیروں شد   در دست اجل بسی جگرہا خوں شد
کس نامد ازاں جہاں کہ تا پرسم ازو   کا حوال مسافرانِ عالم چوں شد

عمر خیام

گویند کہ مرد را ہنر می باید   یا نسبت عالی پدر می باید
اینہا ہمہ در زماں سابق بودند   بالفعل دریں زمانہ زر می باید

عمر خیام

خوش باش کہ عالم گذراں خواہد بود   روح از پی تن نعرہ زناں خواہد بود
ایں کاسہ ہا کہ تو بینی یک چند   زیرِ قدم کوزہ گراں خواہد بود

عمر خیام

من دامن زہد و توبہ طے خواہم کرد
با موی سفید قصد می خواہم کرد
پیمانۂ عمر من بہفتاد رسید
ایندم نکنم نشاط کے خواہم کرد

عمر خیام

دی کوزہ گری بدیدم اندر بازار
بر پارہ گلے کلند ہے زد بسیار
واں گل بزبان حال با وی میگفت
من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار

عمر خیام

عمر تو چہ دو صد و چہ سی صد چہ ہزار
زیں کہنہ سرا بروں برندت ناچار
گر بادشہی و گر گدائی بازار
ایں ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

عمر خیام

لب برلب کوزه بردم از غایت آز تا زو طلبم واسطۂ عمر دراز
با من بزبان حال می گفت این راز عمرے چو تو بوده ام دمی با من ساز

عمر خیام

مرغی دیدم نشسته بر بارۂ طوس در پیش نهاده کلۂ کیکاؤس
با کلہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس کو بانگ جرسہا و کجا نالہ کوس

عمر خیام

در کارگہ کوزہ گری بودم دوش دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش
ہر یک بزبان حال با من گفتند کو کوزہ گر و کوزہ خر و کوزہ فروش

عمر خیام

ای چرخ ز گردش تو خرسند نیم
آزادم کن که لایق بند نیم
گر میل تو با بی‌خرد و نااهل ست
من نیز چنان اهل و خردمند نیم

عمر خیام

محرم هستی که با تو گویم همدم
کز اول کار خود چه بود ست آدم
محنت زده سرشته از گل غم
یک چند جهان بخورد و برداشت قدم

عمر خیام

غره چه شوی به مسکن و کاشانه
بر عمر که هست حاصلش افسانه
همخوابه باده و تو افروزی شمع
بر رهگذر سیل چه سازی خانه

عمر خیام

درکارگہ کوزہ گری کردم رائے   در پایۂ چرخ دیدم استادہ بپائے
میکرد سبو و کوزہ را دستہ و سر   از کلۂ بادشاہ و از دست گدائے

عمر خیام

بر سنگ زدم دوش سبوی کاشی   سرمست بدم کہ کردم این اوباشی
با من بزبان حال می گفت سبو   من چوں تو بدم تو نیز چوں من باشی

عمر خیام

ای کوزہ گرا بکوش گر ہشیارے   تا چند کنی بر گل آدم خوارے
انگشت فریدون و سر کیخسرو   بر چرخ نہادۂ چہ می پنداری

عمر خیام

برکوزہ گرے بزیر کردم گذری   از خاک ہمی نمود ہر دم ہنرے
من دیدم اگر ندید ہر بی بصری   خاک پدرم برکف ہر کوزہ گرے

عمر خیام

ای چرخ چہ کردہ ام ترا راست بگوئے   پیوستہ فگندۂ مرا در تگ و پوئے
نانم ندہی تا نبری کوئے بکوئے   آبم ندہی تا نبری آب زروئے

رضی آرتیمانی

ہر چند کہ پوشیدہ ترم عور ترم   ہر چند کہ نزدیک ترم دور ترم
سبحان اللہ! در آنجمال از حیرت   ہر چند کہ بینندہ ترم کور ترم

ملا محسن فیضی

اے آنکہ گماں کنی کہ داری ہمہ چیز
اینک روی از جہاں گذاری ہمہ چیز
یابی باقی اگر ز فانی گذری
داری ہمہ چیز اگر نہ داری ہمہ چیز

شیخ سعدی

آں گل کہ ہنوز نو بدست آمدہ بود
نشگفتہ تمام باد قہرش بربود
بیچارہ بسے امید در خاطر داشت
امید دراز و عمر کوتاہ چہ سود

شیخ سَعدی

چوں حال بدم در نظر دوست نکوست
دشمن ز جفا گو ز تنم برکن پوست
چوں دشمنِ بے رحم فرستادہ اوست
بدعہدم اگر نہ دارم ایں دشمن دوست

شیخ عراقی

هر چند که دل را غم عشق آئین است چشم است که آفتِ دلِ مسکین است
من معترفم که شاهد دل معنیست اما چه کنم که چشم صورت بین است

ملا محمد صادق

آنکس که خلا گفت محال است کجاست تا کیسہ من بند و گوید که بجاست
از کیسہ دوں بپرس احوال مرا شرمندہ این طائفہ ام مدتہاست

ملا محمد صادق

کنجے فارغ نشستن از دنیا بہ از منصب بے بقایش استغنا بہ
دنیا زنِ زشت و طالبانش کوزند شوے زن زشت روئے نابینا بہ

اشرفی سمرقندی

دل بستهٔ روزگار پر زرق شدن
یا شیفتهٔ بقائے چون برق شدن

چون مردم اندک آشنا در گرداب
دستے زدن است و عاقبت غرق شدن

اشرفی سمرقندی

آنم کہ ہمہ حریر پوشیدتنم
ناسود ز خائیدن شکر دہنم

امروز بدلق و لقمۂ مرتہنم
اے گردش روزگار کورے کہ منم

سرمد

سرمد تو ز ہیچ خلق یاری مطلب
از شاخ برہنہ سایہ داری مطلب

عزت ز قناعت ست و خواری ز طمع
با عزت خویش باش و یاری مطلب

سرمد

ہر کس بجہاں از پئے نان دوست بود   یک دوست ندیدیم ز جان دوست بود
چوں سگ ز پئے لقمہ بہر در بدوند   این ست نشان کہ نام شان دوست بود

سرمد

از اشک جگر تمام دریا شدہ ام   آشفتہ و دیوانہ صحرا شدہ ام
از صحبت ہمدمان بود حدت قسم ست   تنہا شدہ ام رفیق عنقا شدہ ام

سرمد

در دہر اگر ہمسر افلاک شوی   پستی بگزیں کہ عاقبت خاک شوی
آسودگئے جہاں نیر زد بہ جوی   دامن افشاں ز حرص تا پاک شوی

سرمد

افسوس کہ غافل تو زہستی ہستی پیوستہ زصہبای رعونت مستی
ہرچند شوی بلند چوں شعلۂ خس از شامتِ سرکشی در آخر پستی

سرمد

افسوس ز سر تا بقدم بوالہوسی اندیشہ بکن بہ بیں چہ چیزی چہ کسی
آزاد بشو ز دامِ غفلت گفتم تا در ہوسی۔ اسیر اندر قفسی

سرمد

افسوس کہ از کردۂ خود بیباکی در دست ہوس جیب و گریباں چاکی
ایں یک دو نفس ہستی خود ہست شمار پندار کہ بر خاک نۂ در خاکی

ملا رشدی رستم واری

ہست ایں کرۂ گل اثر مقبرۂ
گردوں لوحے برز برِ مقبرۂ

گیتی لحدے و ماہمہ مردہ دراو
خورشید چراغے بہ سرِ مقبرۂ

ابن یمین

ز روزگار حوادث امید امن ملار
کہ در تموز ندارد دلیل برف ہوا

جہاں بحقۂ سربستہ ماند از تقدیر
بروں برنگ منقش درون آ زہر بلا

ابن یمین

ہر کرا مال ہست خوردن نیست
او ازاں مال بہرہ کے دارد

یا بہ تاراج حادثات رود
یا بمیراث خواہ بگزارد

ابن یمیں

تعجب است مرا از طریق اہل خرد
کہ خویش را الملک الملک اعتبار کند

بہ منفعت کہ ندارند خلق آزارند
چو منصبی کہ نیابند افتخار کند

ابن یمیں

اقبال را بقا نبود دل بر آن منہ
عمرے کہ در غرور گزاری ہبا بود

در بیست بادرت زمن اکنون تو خود ببیں
اقبال را چو قلب کنی لا بقا بود

ابن یمیں

ستمگرا فلکا کجرواجفا کارا
نگو میت کہ مرا تاج و تخت شاہی دہ

نوی و کہنہ رباطی و یک دو سر گردان
ز ہر کہ خواہ ستان و بہر کہ خواہی دہ

ابن یمین

منگر کہ دل ابن یمیں پرخوں شد   بنگر کہ ازیں سرای فانی چوں شد

مصحف بکف و چشم برروی بدوست   باپیک اجل خندہ زناں بیروں شد

حافظ شیرازی

گل گفت اگر دستگہی داشتمی   بگریختمی اگر رہی داشتمی

با بیگنہی مرا چنیں می سوزند   ای وای بمن گر گنہی داشتمی

حافظ شیرازی

گل را دیدم نشستہ بر تخت شہی   گفتا بشنو راستی ار مرد رہی

من طفلم و بیگنہ مرا می سوزند   اے وائے بتو کہ پیری و پرگنہی

حافظ شیرازی

گویند کہ فردوس برین خواہد بود فردائے ناب و حور عین خواہد بود
گر مائے و معشوق گزیدیم چہ باک چون عاقبتِ کار چنین خواہد بود

حافظ شیرازی

از یار وفا کہ دید تا من بینم راحت ز جفا کہ دید تا من بینم
تو عمر منی و بیوفائی چہ کنم از عمر وفا کہ دید تا من بینم

شاہ سنجان خافی

خواہی کہ ترا رتبۂ ابرار رسد مپسند کہ بر کس ز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غمِ رزق مخور کان ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

تمکین شروانی

تمکین و یدی که جمله دیدی و گزشت
رفتی و رساندی و رسیدی و گزشت

غمگین نشوی که واعظت کافر خواند
فرداست که این نیز شنیدی و گزشت

عاشق اصفہانی

ای ساقی گل چہرۂ زیبائی ہمہ
ای سروسہی قامتِ رعنائی ہمہ

پُرکن قدحے که زود خواہی دیدن
خالی بکنارِ ایں چمن جای ہمہ

منصف قاجار

خواہی که غمِ زمانہ پستت نکند
خیل الم آہنگِ شکستت نکند

درگردشِ چشمِ دلبراں دیدہ مبند
ہشدار که یک پیالہ مستت نکند

نصیر الدین اصفهانی

آمد سپہ بہار و شد لشکر دے — بر شاخ نگر شگوفہ چون افسر کے
زاں پیش کہ خیل دے رسد باز ز پے — در پای گل از دست منہ ساغر مے

ہدایت طبرستانی

ایں درد چہ درد ست کہ درمانش نیست — ایں کار چہ کار ست کہ سامانش نیست
بسیار برفتیم و نشد راہ تمام — ایں راہ چہ راہ است کہ پایانش نیست

امیر ابو اسحٰق

افسوس کہ مرغ عمر را دانہ نماند — امید بہیچ خویش و بیگانہ نماند
دردا و دریغا کہ دریں مدتِ عمر — از ہر چہ بگفتیم جز افسانہ نماند

امیر ابو اسحٰق

با چرخ ستیزه کار مستیز و برو
با گردش دہر در میامیز و برو
یک کاسه زہر است که مرگش خوانند
خوش درکش و جرعه بر جہان ریز و برو

جامیؒ

گیرم که ز علم واضع زیچ منم
فرماں دہ روزگار پر پیچ منم
از دیدۂ اعتبار چوں درنگرم
دنیا ہیچ است و ہیچ در ہیچ منم

جامیؒ

آنرا که شراب ناب مدہوشش کرد
از موی سفید پنبه در گوشش کرد
ایام شباب یک یک آید یادش
چوں خواب خوشی که کس فراموشش کرد

ارشد سمرقندی

کسے کز وہنر و عیب باز خواہی جست
بہانہ ساز و بگفتارش اندر آر نخست

سفال را ازطپانچہ زدن ببانگ آرد
ببانگ گردد پیدا شکستگی ز درست

اوحدالدین کرمانی

اوحد در دل میزنی آخر دل کو
عمریست کہ راہ میروی منزل کو

تاکے گوئی زخلوت و خلوتیاں
پنجاہ و دو چلہ داشتی حاصل کو

اوحدالدین کرمانی

ای چرخ چو مہر زیر میغت بردہ
گیتی بستم اجل بہ تیغت بردہ

پروردہ بصد ناز جہانت اول
و آخر ز جہاں بصد دریغت بردہ

بدیعی سیستانی

تا کے باشی برائے نانے بامید — ہر جای و ہر دری چو قرص خورشید
بازادۂ خاطر و نم دیدہ بساز — کایں آب دان بست و ان نان سفید

بندار رازی

از مرگ حذر کردن دو روز روا نیست — روزیکہ قضا باشد و روزے کہ قضا نیست
روزیکہ قضا باشد کوشش ندہد سود — روزیکہ قضا نیست درو مرگ روا نیست

بندار رازی

با بط میگفت ماہئے در تب و تاب — غم نیست بجوی رفتہ باز آید آب
بط گفت چو من قدید گشتم تو کباب — دنیا پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب

بہاءالدین بغدادی

اے طالب دنیا تو یکے مزدوری
وے طالب خلد از حقیقت دوری
اے شاد بہر دو عالم از بیخبری
شادیکہ غمش ندیدہ معذوری

کمال الدین اصفہانی

چو عادت است کہ ابنا وقت در ہر عہد
کرم بلاف ز عہد گزشتہ وا گویند
برآں گروہ بباید گریست کز پس ما
حکایت کرم از روزگار ما گویند

نصیر الدین طوسی

گر زانکہ بر استخواں نماند رگ و پے
از خانہ تسلیم منہ بیروں پے
گردن منہ از خصم بود رستم زال
منت مکش ار دوست شود حاتم طے

نصیر الدین طوسی

اے بیخبران شکل موہم ہیچ است — دیں دائرہ و سطح مجسم ہیچ است
خوش باش کہ در نشیمنِ کون و فساد — وابستۂ یکدمی و آنہم ہیچ است

مجیر بیلقانی

گل صبحدم از باد برآشفت و بریخت — وز حالت خود حکایتے گفت و بریخت
بد عہدی عمر بین کہ خونین دل من — سر برزد و غنچہ کرد و بشگفت و بریخت

مراد قزوینی

ای مولوی از کبر دماغت گندہ — ہر گہ کہ کند بر تو سلام این بندہ
چندان حرکت بکن کہ از روی قیاس — معلوم شود کہ مردہ یا زندہ

مقیمی

افسوس که گلرخان کفن پوش شدند
وز خاطر یکدگر فراموش شدند
آنان که بصد زبان سخن می گفتند
آیا چه شنیدند که خاموش شدند

مقیمی

دنیا خوابی ست کش عدم تعبیرست
صید اجل ست گر جوان و پیرست
هم روی زمین پرست و هم زیر زمین
این صفحهٔ خاک هر دو رو تصویرست

یحییٰ کاشی

یحییٰ بجهان نمیتوان خندان شد
حیف از عمری که صرف زندان شد
دل زنده کسی بود که چون شمع مزار
پیش از مردن مقیم گورستان شد

یعقوب ترکمان

دنیا که دراں ثبات کم می بینیم
در هر فرحش هزار غم می بینیم
چوں کهنه رباطی ست که از هر طرفش
راهی به بیابانِ عدم می بینیم

احمد ملاطی

ایام شباب رفت دنبال و حشمش
تلخ ست می پیری و من می چشمش
خم گشته قدم ز پیری و من ز عصا
زه کرده ام این کمان و خوش می کشمش

حاجی

در خوابگه جهان من شیدائی
چشمی که بگشودم از پئے بینائی
دیدم که درو نبود بیدار کسے
من نیز بخواب رفتم از تنهائی

حاجی

تا در نگری نه سرو مانده ست و نه بید
نی خارستان غم نه گلزار امید

دہقانِ فلک خرمن عمرِ ما را
می پیماید بکیل ماہ و خورشید

لطفی تبریزی

یکچند پی گردش افلاک شدیم
یکچند پی دانش و ادراک شدیم

از آمد و رفت خود ہمی فہمیدیم
کز خاک بر آمدیم و در خاک شدیم

مظفر کرمانی

افسوس کہ ہمدمانِ مونس رفتند
یاران موافق و ہمدرس رفتند

آنانکہ بہم نشستہ بودیم ہمہ
ہر یک بہ بہانۂ ز مجلس رفتند

معین شیرازی

ایام بقا چو باد نوروز گذشت　　روز و شب با محنت و سوز گذشت
تا چشم نہادیم بہم صبح دمید　　تا چشم کشادیم زہم روز گذشت

مہدی کوکب

چوں حاصل عمر تو فریبی دو می ست　　بیداد مکن گرت بہر دم ستمی ست
مغرور مشو بخود کہ اصل من و تو　　گردی و شراری و نسیمی و نمی ست

میر تربتی

دائم بگناہ نفس راغب بودہ　　قالب عاصی و روح تائب بودہ
موگشت سفید و رو سپیدم ننمود　　ایں پیری من صباح کاذب بودہ

نجم الدین رازی

هر سبزه که بر کنار جوی رسته ست   گوئی ز خط فرشته خوی رسته ست
تا بر سر لاله پا بخواری ننهی   کان لاله ز خاک ماهروی رسته ست

هلالی

تا کی دلت از چرخ حزین خواهد بود   با محنت و درد همنشین خواهد بود
خوش باش که روزگار پیش از من و تو   تا بود چنین بود و چنین خواهد بود

عاقل

یک شیشه ندیدم که تواش سنگ نه   یک گل نشکستم که تواش رنگ نه
ای مایهٔ داد این چه بیدادگری ست   صلحی نشنیدم که تواش جنگ نه

شمس الدوله محمد بلخی

هر لاله که چشم کوهساری بود ست | صد قطره ز خون تاجداری بود ست
مسپر بقدم سبزهٔ بستان گستاخ | کان وسمه ابروی نگاری بود ست

بیدل

گیرم که سریست ز بلورو نیم ست | سنگش داند هر آنکه او را چشم ست
این مسند قاقم و سمور و سنجاب | در دیدهٔ بوریا نشینان پشم ست

مشتاق

گل روی بتِ عشوه فروشی بود ست | نرگس چشم پیاله نوشی بود ست
خاکی که درین چمن برو می گذریم | پای و سری و چشم و گوشی بود ست

ملا یک قمی

بابط می گفت ماہیئے در تب و تاب
می گشت چو در آتشِ سوزندہ کباب

دردا و دریغا کہ دریں دیر خراب
گہ بر سر آتشیم و گہ بر سر آب

علی حزیں

خورشید علم بکوہساراں ز دور رفت
دلدار دِرِ امیدواراں ز دور رفت

بلبل دستان نو بہاراں ز دور رفت
گل خندہ بوضع روزگاراں ز دور رفت

علی حزیں

چوں چرخ فلک در اضطرابیم ہمہ
در محنت و غم بہ پیچ و تابیم ہمہ

از بہر دو روزہ عمر اے یار عزیز
بنگر کہ چگونہ در عذابیم ہمہ

میر کیکاؤس بن قابوس

گر مرگ برآورد ز بدخواہِ تو دود　از مردن او شاد چرا گشتی زود
چوں مرگ مرا نیز بخواہد فرسود　از مرگ کسے شاد چرا باید بود

فصاحت خان رازی

راحت ز ازل نیست بعالم موجود　زیں مہلکہ ہر کس کہ بروں رفت آسود
عمریست بزنداں جودم راضی　در قید حیات تا بکے خواہد بود

عرفی شیرازی

رفتم بجنازۂ یکے تن کہ فسرد　صد سال ز باغِ عیش گل چید و بمرد
گفتم کہ بروں بری ازیں باغ وبہا　گفتا دلِ پر خوں کہ تو ہم خواہی مرد

مرزا فصیحی هروی

دوران فلک وز وشیان میگذرد بس دور گذشت همچنان میگذرد
از بهر دو روزه عمر دلتنگ مباش ای غنچه شگفته شو جهان میگذرد

مرزا جلال الدین ابو الخیر عاشق

نه سایهٔ بیدونی سخن خواهد ماند نه حسن بتان سیم تن خواهد ماند
این عالم بیوفا که من می بینم نی نازِ تو نے نیازِ من خواهد ماند

مُلا محمد صوفی

ای شاه نه تخت و نه نگیں می ماند آخر بتو یک دو گز زمیں می ماند
صندوق خود و کاسهٔ درویشانرا خالی کن و پر کن که همیں می ماند

کمال الدین اسمٰعیل

ایوان سر بہ فلک افراشتہ گیر — ویں زیر زمیں بگنج انباشتہ گیر
ویں سیم کہ جو جو بہمش می آری — خرمن خرمن بجائے بگذاشتہ گیر

کمال الدین اسمٰعیل

ای دل زر و سیم را بیندیش و بخور — آں وز پس پیں راغمی از پیش بخور
اندر غم این و آں بسر بردی عمر — خوردی غمِ ہر چیز و غمِ خویش بخور

مولانا حسین یزدی

زیں تودۂ خاک چوں مسیحا بگذر — از خواب و خور و سبزہ و صحرا بگذر
خر نیستے از آب و علف دست بدار — سگ نیستے از جیفۂ دنیا بگذر

خان اعظم موسوم بعزیز کوکا

ای دل چو بود عاریتِ عمر عزیز — زنهار که صرفش مکن الابدو چیز

یا مهر نگاریکه پسندیده بود — یا صحبت یاری که بود اہل تمیز

شیخ عطار

وی بر سر خاک دوستی بادل ریش — میباریدم خون جگر بر رخ خویش

آواز آمد که چند گریئی بر ما — بر خود بگری که کار داری در پیش

حاجی محمد خان قدسی مشہدی

زد قافلہ سالار پئے کوچ دہل — تو گرم نجوردنِ می و چیدن گل

برخیز ز آب و بگذران بارت را — زاں پیش کہ آب بگذرد از سرِ پل

شیخ احمد غزالی

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم   آسوده در آمدیم و غمناک شدیم
بودیم ز خاک تیره در آتش و آب   دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

ملا شرف الدین علی یزدی

گر جام طرب بمسند جم زده ایم   جز باد بدست نیست تا دم زده ایم
پیدا شده عالمے و پنہاں گشتہ   تا چشم کشاده ایم و برہم زده ایم

سلطان سنجر سلجوقی

با جان بجہاندار سپردیم و شدیم   زحمت ز میان خلق بردیم و شدیم
روزی دو سہ گر بما سپرد ند جہاں   ما نیز بدیگراں سپردیم و شدیم

میر باقر داماد اشراق

اشراق دل از غم بتاں شاد مکن بت خانہ ز سنگ کعبہ آباد مکن
این دیر فنا را سر آبادی نیست رو در رہِ سیل خانہ بنیاد مکن

جہانگیر بادشاہ

ای آنکہ غم زمانہ پاکت خوردہ اندوہ دلِ وسوسہ ناکت خوردہ
مانندہ قطرہای شبنم بزمین جا گرم نکردہ کہ خاکت خوردہ

حکیم رکنائی مسیح

ای خواجہ کہ رخ چو بدر آراستۂ تا در نگری چو ماہِ نو کاستۂ
امروز بکش بادہ کہ فردا چون گرد از دامنِ روزگار برخاستۂ

فضلی جیربادقانی

فضلی چه بکار خویش حیران شده
فرداست که چون گل از گلستان شده

مانند مزار بیکسان بر سر راه
تا در نگری بخاک یکسان شده

شیخ رباعی مشهدی

هنگام سپیده دم خروس سحری
دانی که چرا همی کند نوحه گری

یعنی که نمودند در آئینه صبح
کز عمر شبی گذشت و تو بیخبری

طالب آملی

این دهر که حاصلش نیرزد بجوی
نه موسم کشت ست درو نه دروی

از کهنه و نو نصیب احباب درد
درد کهن ست و پرسش داغ نوی

مرزا حنیف امین

تا کے طلبِ وزی ہر روزہ کنی اسبابِ طرب زلعل و فیروزہ کنی
در چشمۂ حیواں اگر آید اجلت مہلت ندہد کہ آب در کوزہ کنی

عنایت تبریزی

تا چند دلا بفکر دنیا باشی در فکر زیان و سود و سودا باشی
امروز بخور کہ روزئے فردایت فردا باشد اگر تو فردا باشی

غیوری کابلی

دیریست دلا جہاں پرستی چہ شدی بس طرف بمال و جاہ بستی چہ شدی
از صحبتِ خلق رو بہ تنہائی کن عمری بجہانیاں نشستی چہ شدی

درد

هر چند همه آب و رنگ آمده ایم
از شیشهٔ دل بزیر سنگ آمده ایم
تا کے بگرفتگی خاطر سازیم
چون غنچه ز وضع خویش تنگ آمده ایم

درد

ای درد ازین بزم اگر با خبری
بیهوده چرا بهر طرف مینگری
بر خویش چو شمع چشم بکشا کاینجا
هر چند ستادهٔ ولی می گذری

درد

کو رمز حقیقتی که هستیش نگفت
کو گوہر معنیٔ که ایجاد نه سفت
گلزار جہاں طرفہ سرای کہن ست
ای درد کدام گل که اینجا نشگفت

درد

تمیز کہ غیر نقش تشویش نمست ہر لحظہ بہ بیرنگیٔ رنگی پیوست
گفتم وحدت چساں بکثرت گنجد دل آمد و پیش رویم آئینہ شکست

درد

ہر چند کہ اسفلیم لیک اعلائیم سنگیم ولے کعبۂ ہر سینائیم
جز نامِ دگر ز ما نباید طلبید مانند نگیں جلوہ گہِ اسمائیم

درد

باعث شدہ بر عروج ما پستیٔ ما ہشیاری ما فزودہ از مستیٔ ما
آگاہ ز آگاہی خود ساختہ است عارض شدہ غفلتی کہ بر ہستیٔ ما

درد

چوں دود نہ پیچد از چہ سودا بدماغ کردہ ست جگر غم احبا ہمہ داغ
رفتند بخواب اہل بزم و مارا بازست ہنوز چشم مانند چراغ

درد

نی آنکہ دوا ہیچ ندارد اثری موقوف نہ زندگی بہر برگ و بری
مشروط بہ شرط این و آن نیست کہ ہست نبض مرض و شفا بدست دگری

درد

تا کے مغرور بادشاہی بودن ہنگامہ گر جہاں پناہی بودن
امروز بہر چہ می توانی می ناز فردا تو بیادِ کس نخواہی بودن

درد

شاہا چو گدا با دل غمناک نشیں   بیباک چنیں نہ زیر افلاک نشیں
زاں پیش کہ با خاک برابر گردی   از تخت فرود آ و بر خاک نشیں

درد

ای بخود غفلت بچہ فرزانہ شوی   چشم پر آب ہمچو پیمانہ شوی
امروز زافسانہ ترا خواب آمد   فرداست کہ میخوابی و افسانہ شوی

درد

خلقی در جستجوی مال و جاہے   جمعی تبلاش دلبر دلخواہے
ہر کس بخیال آرزوے دارد   ہائیم و تمناے دلِ آگاہے

درد

تا پرده کشای عالم کیف و کمیم
پیدا کن جلوهٔ حدوث قدیم
از هستی نا فنا پذیر و صورت
مانند سراب نقشبند عدمیم

درد

یک عمر گدائی از گردوں کردیم
ور کوری دل نظر بهر دوں کردیم
اکنوں که نموده ایم چشمی پیدا
مانند حباب کاسه واژوں کردیم

درد

سلطاں که بر اسباب هوس می نازد
بر بال و پر خود چو مگس می نازد
درویش که بی نوای بی پرواست
بر خاطر بی نیاز بس می نازد

درد

ای حاصل تو زندگانی مردن   تا چندیٔ حیات فانی مردن
ای غرهٔ وہم خود پرستی مردی   پیش از مردن اگر توانی مردن

درد

خون جگرت ہنوز خوردن باقیست   یعنی نفسے چند شمردن باقیست
از کشمکش ہستیٔ آفت بنیاد   معلوم نجات تا کہ مردن باقیست

درد

صد حیف کہ جملہ دوستداران رفتند   زین دشت تمام شہسواران رفتند
اکنون من واماندہ چہ سازم چکنم   ای درد کجا این ہمہ یاران رفتند

درد

صد حیف ز چشم گلستانی رفته ست   در خاک ز حسن کاردانی رفته ست
در دیدهٔ جلد نگاه مانندِ غبار   از پیش نظر بسکه جهانی رفته ست

درد

ساز سفری اکابر آراسته اند   تا هم برکاب گرچیں خواسته اند
ای درد تو هم برای تعظیم اکنوں   برخیز که اهل بزم برخاسته اند

درد

گر خاطر تو شاد و گر غمگین ست   اندیشه مکن که حال عالم این ست
احوال جهانیاں بیکصورت نیست   یعنی که جهاں عبارت از تلوین ست

درد

خلقی بتلاش اینکه میباید خورد   جمعی ساعی که توشهٔ باید برد
ای درد من مردہ دلِ ناکارہ   میمیرم ازین فکر که میباید مرد

درد

یکچند اگر خلق دگر خواند چه شد   نام تو پس از تو بر زبان ماند چه شد
بش از افسانه نیست هستیٔ تو درد   افسانهٔ گر نماند ور ماند چه شد

درد

شاهاں که براوج خیمه آراسته اند   مانند فلک شوکت ازان خواسته اند
شام و سحری چند درین گردشِ دل   چوں مهر نشسته اند و برخاسته اند

درد

گر جانِ علم از نالہ برافراشت چہ شد   در چشم ز اشک خرمن انباشت چہ شد
بر دل نگہی میکنم و حیرانم   کاین آئینہ صورتی بخود داشت چہ شد

درد

آنکس کہ لباس عشق بر خویش گزید   جز گریہ ز خویش و خندہ از یار ندید
دیدیم بہ باغ از سر ناز و نیاز   بلبل نالید و گل بحالش خندید

درد

ای درد جوانی از کنارِ تو رمید   پیری بسرت سفیدی آورد پدید
تا چند کنی زبان درازی چون شمع   خاموشی بہ کہ صبح نزدیک رسید

درد

مردے باشی و پاس مروت نبود   بر نالۂ درد آہ سردت نبود
افسوس برین حالت بیدردی تو   صد حیف دلے داری و دردت نبود

درد

بعد از من و تو زمانہ خواہد ماند   روز و شب و کارخانہ خواہد ماند
بالفعل ہر انچہ نقد حالِ من و تست   بہر دگران فسانہ خواہد ماند

درد

دہلی کہ خراب کردہ اکنون دہرش   جاری شدہ اشکہا بجای نہرش
بود ست این شہر مثل روی خوبان   چون خطِ بتان بود سوادِ شہرش

درد

ای درد توی چراغ کاشانهٔ دل   روشن بود از چشم تو پیمانهٔ دل
تو خاک نشین و گوشه گیری جایت   یا گوشهٔ خاطرست یا خانهٔ دل

درد

پر مضطربم طرفه بیانے دارم   گه می طپم و گاه فغانے دارم
در مسلخ دهر همچو بسمل اے درد   آرام کجاست تا که جانی دارم

درد

ای درد چو شمشیر اجل کرد دو نیم   دیگر ز جهانیاں چه امید و چه بیم
ما را چه خبر چو زین گلستاں رفتیم   در باغ سموم مے وزد یا که نسیم

درد

افسوس کہ شد صحبت احباب تباہ ماتم و غم جوانی و نالہ و آہ
پیری برہم نمود بزم عشرت ای شمع سحر دمید روی تو سیاہ

درد

ہر چند کہ پردہا درید ند ہمہ روی بے پردگی ندید ند ہمہ
افسانۂ او کہ گوشہا پرکردہ در قصۂ ما و من شنید ند ہمہ

آزاد بلگرامی

با ہر کہ دوستی خود اظہار میکنم خوابیدہ دشمنیست کہ بیدار می کنم
از بسکہ در زمانہ یکے اہل درد نیست اظہار درد خویش بہ دیوار می کنم

آزاد بلگرامی

ای خواجه مکن تا بتوانی طلبِ علم   کاندر طلبِ روزی هر روزه بمانی
رو مسخرگی پیشه کن و مطربی آموز   تا دادِ خود از کهتر و مهتر بستانی

آزاد بلگرامی

کس را خبری نیست چه آید فردا   نیرنگیٔ قدرت چه نماید فردا
نومید مشو ز مژدهٔ عالمِ غیب   شب حامله ست تا چه زاید فردا

غالب دہلوی

ای آنکه ترا سعی بدرمانِ منست   منعم مکن از باده که نقصانِ منست
حیفست که بعدِ من بمیراث رود   این یک دو سه خم که در شبستانِ منست

غالب دہلوی

در بزم نشاط خستگاں را چہ نشاط
از عربدہ پای بستگاں را چہ نشاط
گر ابر شراب ناب بارد غالب
ما جام و سبو شکستگاں را چہ نشاط

غالب دہلوی

در باغ مراد ما ز بیدادِ تگرگ
نی نخل بجای ماند نے شاخ نہ برگ
چوں خانہ خراب ست چہ نالیم ز سیل
چوں زیست و بال ست چہ ترسیم ز مرگ

غالب دہلوی

ہر چند تواں بہ سیر و ساماں بودن
بازیچۂ خوی زشت نتواں بودن
باللہ کہ ز دشنہ بر جگر سخت ترست
از کردۂ خویشتن پشیماں بودن

غالب دہلوی

بازی خور روزگار بودم ہمہ عمر　　از بخت امیدوار بودم ہمہ عمر
ہمسایہ بفکر سود ماندم ہمہ جا　　بے وعدہ در انتظار بودم ہمہ عمر

غالب دہلوی

باید کہ دلت زغصہ درہم نشود　　از رفتنِ زر دستخوش غم نشود
ایں سیم و زر ست خواجہ ایں سیم و زر ست　　غم نیست کہ ہر چند خوری کم نشود

غالب دہلوی

تا چند بہ ہنگامہ سلامت باشی　　تا چند ستمکشِ اقامت باشی
گفتی کہ نباشد عجب ار سحری　　حیفست کہ منکرِ قیامت باشی

غالب دہلوی

ای تیره زمین که بوده بستر من هر خاک که باتست همه بر سر من
زر بهر کسان و بهر من دانه و دام ای مادر دیگران و مادر من

غنی

هوش ست که سرمایهٔ صد درد سر ست فارغ بال آنکه از جهان بیخبر ست
در بیضه نمی کنند مرغان فریاد هر چند که بیضه از قفس تنگ تر ست

غنی

تا چرخ فلک چو آسیا هست بگرد چون صبح نداریم غذا جز دم سرد
ما کاسه نداریم که دریوزه کنیم دریوزه برای کاسه می باید کرد

ذرّہ اکبر آبادی

گر ما بگذشت و این دلِ زار ہماں
سرما بگذشت و این دلِ زار ہماں
القصہ ہزار گرم و سردِ عالم
بر ما بگذشت و این دلِ زار ہماں

ابن یمین

سیہ بادروی سپہر کبود
کہ با کینہ جفت ست و با مہر طاق
بہ عیسئ مریم خرے میدہد
بکودن ہمی میدہد صد براق

آزاد بلگرامی

گریال کہ نالہ می کند وقت گری
دانی غرضش چیست ازیں نوحہ گری
یعنے کہ گری گری شود عمرِ تو کم
پیمانۂ عمر پر شود تا نگری

رضی ارتیمانی

اے دل۔ شادی بہ سوز ماتم اینست
بیگانۂ عالم غمی۔ غم این است
دوزخ بہ مکافاتِ تو در ماندہ و تو
جنت طلبی چرا؟ جہنم این ست

سحابی استر آبادی

تا گردش چرخ و دورِ می باشد
بس روز بد و حال بتر می باشد
جویائے صفائی بکدورت در ساز
روشنگر را دستِ سیہ می باشد

سحابی استر آبادی

صاحب نظرِ عشق کہ عالی گہراست
آرا گہش زہر دو عالم بدراست
عزو نیاز اہل دنیاست ہمہ
قدرِ کہ دجوز کثرتِ گاؤ خراست

سحابی استرآبادی

هر کس باشد روی به هر جا دارد — او صورت حال خود تمنا دارد
بے مغزاں راسوی خود می خواند — کوس شاہی کایں ہمہ غوغا دارد

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

سر رشتۂ ننگ و نام در کف دارند — ایں مقتدیان امام در کف دارند
منکر بہ لباس دلق پوشاں کایشاں — از دانۂ سبحہ دام در کف دارند

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

دنیاست ہمہ سراب آثار غلط — ایں نقش و نگار ہست صد بار غلط
مطلب مطلب ز کارگاہِ عالم — کایں نسخۂ خوش خط ست بسیار غلط

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

از دہر اگر دست دہد چشم بہ بند	تا چشمت اجل بند کند چشم بہ بند
گر سفلہ رسد بجاہ۔ بگریز از و	چوں گرد بر آسمان رود چشم بہ بند

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

بگوشم آمد از خاکِ مزارے	کہ در زیر زمیں ہم می تواں زیست
نفس دارد ولیکن جاں ندارد	کسے کو بر مرادِ دیگراں زیست

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

میانِ لالہ وگل آشیاں گیر	زمرغِ نغمہ خواں درسِ فغاں گیر
اگر از ناتوانی گشتۂ پیر	نصیبے از شبابِ ایں جہاں گیر

ڈاکٹر سر محمد اقبال

قبائے زندگانی چاک تا کے
چو موراں آشیاں در خاک تا کے
بہ پرواز آ و شاہینی بیاموز
تلاشِ دانہ در خاشاک تا کے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

زمین خاکِ درِ میخانۂ ما
فلک یک گردشِ پیمانۂ ما
حدیثِ سوز و سازِ ما دراز است
جہاں دیباچۂ افسانۂ ما

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سکندر رفت و شمشیر و علم رفت
خراجِ شہر و گنجِ کان و یم رفت
امم را از شہاں پائندہ تر دان
نمی بینی کہ ایراں ماند و جم رفت

عشق حقیقی

مولانا جلال الدین رومی

ایں مستی من ز بادۂ حمرا نیست — ایں بادہ بجز در قدحِ سودا نیست
تو آمدہ کہ بادۂ من ریزی — من آں مستم کہ بادہ ام پیدا نیست

مولانا جلال الدین رومی

در مذہبِ عاشقاں قرارِ دگر است — ویں بادۂ نابِ را خمارِ دگر است
ہر علم کہ در مدرسہ حاصل گردد — کارِ دگر است و عشق کارِ دگر است

مولانا جلال الدین رومی

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست	تا کرد مرا خالی و پر کرد ز دوست
اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت	نامیست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

مولانا جلال الدین رومی

انصاف بدہ کہ عشق نیکو کار است	ز انست خلل کہ طبع بدکردار است
تو شہوتِ خویش را لقب عشق نہی	از شہوت تا عشق رہ بسیار است

مولانا جلال الدین رومی

دستت دو و پایت دو و چشمت دو رواست	اما دل و معشوق دو تا ئیش خطاست
معشوقہ بہانہ است و معشوق خداست	انکس کہ دو پنداشت جہود و ترساست

مولانا جلال الدین رومی

آں یار کشید باز دستم امروز — از دست شدم وست گسستم امروز
یک مست نیم ہزار ستم امروز — دیوانہ و دیوانہ پرستم امروز

مولانا جلال الدین رومی

من دوش بخواب دیدہ بودم قمری — زہرہ صفتے عجائبے سیمبرے
امروز بگرد ہر درے می گردم — کز یارکِ دوشینہ کہ دارد خبرے

خواجہ عبداللہ انصاری

مست توام از جرعہ و جام آزادم — مرغ توام از دانہ و دام آزادم
مقصود من از کعبہ و بت خانہ توئی — ورنہ من ازیں ہر دو مقام آزادم

خواجہ عبداللہ انصاری

یارب! ز تو آں مِن گدا میخواہم   افزوں ز ہزار پادشا میخواہم
ہر کس ز درِ تو حاجتی میخواہد   من آمدہ ام از تو ترا میخواہم

ابوسعید مہنہ

اے روے تو مہرِ عالم آرائے ہمہ   وصل تو شب و روز تمنائے ہمہ
گر با دگراں بہ ز منی وائے بمن   ور با ہمہ کس ہمچو منی وائے ہمہ

ابوسعید مہنہ

از بادِ صبا دلم چو بوئے تو گرفت   بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت
اکنوں ز منش ہیچ نمی آید یاد   بوے تو گرفتہ بود خوے تو گرفت

ابوسعید مہنہ

شب خیز کہ عاشقاں بشب راز کنند　　گرد در و بام دوست پرواز کنند
ہر جا کہ درے بود بہ شب بر بندند　　اِلّا درِ دوست را کہ شب باز کنند

ابوسعید مہنہ

اے عشق! بہ دردِ تو سرے میباید　　صیدِ تو زمن قوی ترے میباید
من مرغِ بیک شعلہ کبابم بگذار　　کایں آتش را سمندرے میباید

ابوسعید مہنہ

زاں پیش کہ طاقِ چرخ اعلیٰ زدہ اند　　ویں بارگہِ سپہر مینا زدہ اند
ما در عدم آبادِ ازل خوش خفتہ　　بے مارقمِ عشق تو بر ما زدہ اند

ابوسعید مهنه

جسمم همه اشک گشت و چشمم بگریست　　در عشق تو بے جسم همی باید زیست
از من اثرے نمانده این عشق از چیست　　چون من همه معشوق شدم عاشق کیست

ابوسعید مهنه

راهِ تو بهر قدم که پویند خوش است　　وصلِ تو بهر سبب که جویند خوش ست
روی تو بهر دیده که بینند نکوست　　نامِ تو بهر زباں که گویند خوش ست

ابوسعید مهنه

غازی بره شهادت اندر تگ و پوست　　غافل که شهید عشق فاضل تر از وست
در روزِ قیامت ایں بداں کے ماند　　کایں کشتهٔ دشمن است و واں کشتهٔ دوست

ابوسعید مہنہ

مردانِ رہش میل بہ ہستی نکنند   خود بینی و خویشتن پرستی نکنند
انجا کہ مجردانِ حق می نوشند   خم خانہ تہی کنند و مستی نکنند

ابوسعید مہنہ

ای آنکہ دوای دردمندان دانی   درمان و علاج مستمندان دانی
احوالِ دلِ خویش چہ گویم باتو   ناگفتہ تو خود ہزار چندان دانی

ابوسعید مہنہ

در حضرت ما دوستیٔ یکدلہ کن   ہر چیز کہ غیر ماست آنرا یلہ کن
یک صبح باخلاص بیا بر درِ من   گر کار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

ابوسعید مهنه

ای در دلِ من اصل تمنا همه تو
وی در سرِ من مایهٔ سودا همه تو
هر چند به روزگار در می نگرم
امروز همه توئی و فردا همه تو

ابوسعید مهنه

عودم چو نبود چوب بید آوردم
روی سیه و موی سفید آوردم
خود فرمودهٔ آنکه ناامیدی کفرست
فرمان تو بردم و امید آوردم

ابوسعید مهنه

من کیستم آتش بدل افروختهٔ
در خرمن عشق دانه اندوختهٔ
در راه وفا چو سنگ آتش زده ام
شاید که رسم به صحبتِ سوختهٔ

ابوسعید مہنہ

دیر ست کہ تیر فقر را آماجم   برطارم افلاک فلاکت تاجم
یک شمہ ز مفلسی خود برگویم   چندانکہ خدا غنی ست من محتاجم

ابوسعید مہنہ

ساقی اگرم می ندہی می میرم   در ساغر من ز کف نہی می میرم
پیمانۂ ہر کہ پُر شود می میرد   پیمانہ من چو پُر تہی می میرم

ابوسعید مہنہ

در دیر شدم ماحضری آوردند   یعنی ز شراب ساغری آوردند
کیفیت او مرا ز خود بیخود کرد   بردند مرا دیگرے آوردند

ابوسعید مہنہ

دل جز رہِ عشق تو نپوید ہرگز جز محنت و درد تو نجوید ہرگز
صحرای دلم عشق تو شورستان کرد تا مہر کسے درا و نروید ہرگز

ابوسعید مہنہ

پرسید یکی منزل آں مہر گسل گفتم کہ دلِ منست او را منزل
گفتا کہ دلت کجاست گفتم بر اُو پرسید کہ او کجاست گفتم در دل

ابوسعید مہنہ

دردی داریم و سینۂ بریانی عشقے داریم و دیدۂ گریانی
عشقی وچہ عشق عشقِ عالم سوزی دردی وچہ درد دردِ بیدرمانی

سحابی استرآبادی

اے در دلِ ہر ذرہ از مہر تو شور
چشم خرد از تابِ جمالت شدہ کور

عشقت ز ازل تا بہ ابد ہمرہِ جاں
باقی ہمہ آشنا و لے تا لبِ گور

سحابی استرآبادی

آنرا کہ ز ہر دو کون استغنا نیست
در بارگہ عشق مقدس جا نیست

ہر جا کہ کسی پرچہ بالا و چہ پست
جز شیفتہ و ربودۂ حلوا نیست

سحابی استرآبادی

در یاری نیست ہرگز م کام و طرب
جز پاس دلِ یار کہ این است ادب

در عشق دوئی راہ ندارد یعنی
یا خاطرِ خویش یا دلِ دوست طلب

سحابی استرآبادی

بگرفتہ زبس عشق سراپائے مرا نگذاشتہ در خاطرِ من جائے مرا
امروز چناں پُر است ازادایں دلِ تنگ کانجا بنود درہ غمِ فردائے مرا

سحابی استرآبادی

ہر بارِ اگرچہ یار دیگر دارد یار ازلی اعتبار دیگر دارد
پر برتن مرغ نیست بیکار یکے اما پروبال کارِ دیگر دارد

سحابی استرآبادی

عاشق کہ نہ خانہ نہ دکانی دارد ازعالم لامکاں نشانی دارد
ازتن بر مردے کہ اوزندہ اوست درگور نخسپد آنکہ جانے دارد

سحابی استرآبادی

گر مرکبِ عشقِ نیکوان خواهی تاخت | باسوختگی چو شمع میباید ساخت
دانی ز چه شد شاهدِ هر بزمی شمع | کآسایشِ جمع جُست و خود را دریاخت

سحابی استرآبادی

عشق آمد و ساخت چابک و چست مرا | وز عالمِ جسم و جان برون جست مرا
از چشمهٔ دیده آبِ حقیقت جوشید | وز گرد مجاز خوش فرو شست مرا

سحابی استرآبادی

از فرق سرم تا بقدم دیده شود | روزی که جمالِ تو مرا دیده شود
در من نگری همه تنم جاں گردد | در تو نگرم همه دلم دیده شود

سحابی استرآبادی

دوشینه ز سوز گریه در تاب شدم　　چندانکه ز پای تا بسر آب شدم
دل از ستمِ تو سر گذشتی سر کرد　　آسوده چناں شدم که در خواب شدم

سحابی استرآبادی

ای عاشق و زاہد از تو با نالۂ و آہ　　نزدیک تو و دور ترا حال تباہ
کس نیست که از تو جاں تواند بردں　　ایں را به تغافل کشے آں را بنگاہ

سحابی استرآبادی

عاشق شوی و ز ترکِ جاں اندیشی　　دزدی کنی و ز پاسباں اندیشی
دعوی محبت کنی اے دانشمند　　وانگه ز زیانِ ایں و آں اندیشی

سحابی استرآبادی

هر چند که از عشق برون نیست کسے　　راه وصلش نیافت هر بوالهوسے

خورشید بهر طرف کشد دامن سیر　　اما نرسد بدامنش دست کسے

جامی

با درد بساز چوں دوائے تو منم　　در کس منگر که آشنائے تو منم

گر بر سر کوی عشقِ ما کشته شوی　　شکرانه بده که خونبہائے تو منم

جامی

از رنج کسی بہ گنجِ وصلت نرسید　　ویں طرفه که بی رنج کس آں گنج ندید

هر کس که ندید گو نگرفت بدش　　لیکن نگرفت گور خر آں که ندید

جامی

این عشقِ دوروزه را دلا باز گذار
کز عشقِ دوروزه بر نمی آید کار

زاں سان عشقے گزیں کہ در روزِ شمار
باں گیری قرار در دارِ قرار

جامی

غرہ مشو کہ مرکبِ مردان مرد را
در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

نومید ہم مباش کہ رندان جرعہ نوش
ناگہ بیک ترانہ بمنزل رسیدہ اند

جامی

تا یکسر موی از تو ہستی باقیست
آئین دکانِ خود پرستی باقیست

گفتی بت پندار شکستم رستم
آں بت کہ ز پندار برستی باقیست

جامی

در صورت آب و گل عیان غیر تو کیست
در خلوت جان و دل نهان غیر تو کیست

گفتی که ز غیر من بپرداز دلت
ای جان جهان در دو جهان غیر تو کیست

جامی

دوشم سوی خویش خواند و منت نگذاشت
در چشم ترم نگاه حسرت نگذاشت

گفتم که مگر درد دلی عرض کنم
خلوت بمیان آمد و فرصت نگذاشت

جامی

مجنون بزبان حال دایم در دشت
لیلی گویان چون گرد بادی میگشت

می گشت همیشه بر زبانش لیلی
لیلی میگفت تا زبانش می گشت

جامی

آنرا کہ نہ عاشق ست ازیار چہ حظ
وانرا کہ نہ مشتاق ز دیدار چہ حظ

نابینارا چو چشم عالم بیں نیست
زالواں چہ تمتع واز انوار چہ حظ

جامی

چشمم کہ سرشک لالہ گوں آوردہ
بر ہر مژہ قطرہاۓ خوں آوردہ

نی نی بہ نظارہ اش دل خوں شدہ ام
از روزنِ دیدہ سر بروں آوردہ

مومن یزدی

دل تخم ہوای خلد و رضواں میکشت
عشق آمد و جای آرزو ہیچ نہ ہشت

مستغرق عشقِ آرزو سوز شدم
دوزخ باشد کنوں تمنای بہشت

مومن یزدی

ای عشق چه دلها که پریشاں کردی　　سیلے کہ ہزار خانہ ویراں کردی
ای شاہ گذاشتے مسلم نہ گدا　　پستی و بلندی ہمہ یکساں کردی

حکیم قاآنی

دوشینہ فتادم بر شس مست و خراب　　از نشاء عشق او نہ از بادۂ ناب
دانست کہ عاشقم و لے می پرسید　　ایں کیست کجائیست چرا خوردہ شراب

حکیم قاآنی

آراستہ جنتے کہ ایں روی من ست　　افروختہ دوزخی کہ ایں خوی من ست
شمشیر جہاں سوز بہا در شہ را　　وز دیدہ کہ ایں کمان ابروی من ست

حکیم قاآنی

تا قبلۂ ابروی تو ای یار کج ست
محراب دل و قبلۂ احرار کج است

ما جانب قبلۂ دگر رو نه کنیم
او قبلۂ ماست گرچہ بسیار کج است

حکیم قاآنی

در میکدہ مست از مئے نابم کردند
سرمست ز جرعۂ شرابم کردند

اے دوست بہ چشمہای مست تو قسم
جامے دو سہ دادند و خرابم کردند

حکیم قاآنی

گر چرخ جفا کرد چہ می باید کرد
ور ترکِ وفا کرد چہ می باید کرد

می خواست دلم کہ بر نشاں آید تیر
چوں تیر خطا کرد چہ می باید کرد

حکیم قاآنی

بگزار کہ تا می خورم و مست شوم چون مست شوم بہ عشق پابست شوم
پابست شوم کُلّی از دست شوم از دست شوم نیست شوم ہست شوم

سرمد

باز آ باز آ ز فکرِ باطل باز آ از وہم و خیالِ خام اے دل باز آ
خوشنود مشو ز فکرِ دنیا ہرگز نے وصل نماید و نہ واصل باز آ

سرمد

سرمد غمِ عشق بو الہوس را ندہند سوزِ دلِ پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار ایں دولتِ سرمد ہمہ کس را ندہند

سرمد

سرمد۔ اگرش وفاست خود می آید ور آمدنش رواست خود می آید
بیہودہ چرا درپئے او می گردی بنشیں اگر او خداست خود می آید

سرمد

در مسلخ عشق جز نکو را نہ کُشند لاغر صفتاں و زشت خو را نہ کُشند
گر عاشقِ صادقی ز کشتن مگریز مُردار بود ہر آنکہ او را نہ کُشند

سرمد

سرمد۔ گلہ اختصار می باید کرد یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن بہ رضای دوست می باید داد یا قطع نظر زیار می باید کرد

سرمد

در کوی مغان موسم گل منزل کن   خود را بدرِ جنون بزن غافل کن
این خرقهٔ پشمینه که بارست و وبال   از دوش بنه۔ فراغتے حاصل کن

سرمد

سرمد درِ دین عجب شکستے کردی   ایمان بفدای چشم مستے کردی
با عجز و نیاز جمله نقدِ خود را   رفتی و فدای بت پرستی کردی

سرمد

سرمد گلهٔ او نشد نکو شد که نه شد   لب بیهده گو نشد نکو شد که نشد
منت کش دهر می شدی آخر کار   کاریکه نکو نشد نکو شد که نشد

عرفی شیرازی

اے مرگ مرا زیار شرمندہ مکن   نومیدم ازاں گوہر ارزندہ مکن
یار آید و جاں رود خدایا نفسے   مہلت دہ و در قیامتم زندہ بکن

عرفی شیرازی

عرفی دم نزع ست وہماں مستی تو   آخر بچہ مایہ بار بربستی تو
فرداست کہ دوست نقد فردوس بکف   جویای متاعت و تہیدستی تو

عرفی شیرازی

تاکے گوئی کہ گوی اقبال کہ برد   تاکے گوئی کہ ساغر عیش کہ خورد
اینہا چہ فسانہ است می باید رفت   اینہا چہ بہانہ است می باید مُرد

نعمت اللہ کرمانی

آب است کہ در شیشہ شرابش خوانند
باگل چو قرین شود گلابش دانند
وز قید گل و مل چو مجرد گردد
اہل بصر بصیرت آبش دانند

نعمت اللہ کرمانی

رند آں باشد کہ میل ہستی نکند
وز خویش گزشتہ خود پرستی نکند
در کوی خرابات مغاں رندانہ
مے نوش کند مدام و مستی نکند

نعمت اللہ کرمانی

ہر بادہ کہ از ساغر اللہ دہند
بے منت ساقی بسحرگاہ دہند
خواہی کہ کمال معرفت دریابی
از خود بگذر تا بخودت راہ دہند

نعمت اللہ کرمانی

بلبل سخن از زبانِ گل میگوید — مست است و حدیثِ جام و مُل میگوید

دریاب رموزِ نعمت اللہ که او — جزو است ولے سخن زکُل میگوید

نعمت اللہ کرمانی

تا داروی دردم سببِ درماں شد — پستیم بلندی شد و کفر ایماں شد

جان و دل و تن هر سه حجابِ ره بُود — تن دل شد و دل جاں شد و جاں جاناں شد

نعمت اللہ کرمانی

دانستنِ علمِ دیں شریعت باشد — چوں در عمل آوری طریقت باشد

گر علم و عمل جمع کنی با اخلاص — از بهر رضای حق حقیقت باشد

نعمت اللہ کرمانی

ما عاشق رندیم ز طامات مپرس　　از ما بجز اسرار خرابات مپرس

از زاہد ہشیار کرامات طلب　　مستیم ز ما کشف و کرامات مپرس

نعمت اللہ کرمانی

ما سوختہ ایم و بارہا سوختہ ایم　　ویں خرقۂ پارہ پارہ را سوختہ ایم

ہر شعلہ کز آتش زنۂ عشق جہد　　در ما گیرد از آنکہ ما سوختہ ایم

نعمت اللہ کرمانی

باللہ بخدا کہ ما خدا میدانیم　　اسرار گدا و پادشا میدانیم

سر پوش فگندہ ایم بر روی طبق　　سری است دریں طبق کہ ما میدانیم

نعمت اللہ کرمانی

در ذات ہمہ جلالِ او می بینم　　در حسن ہمہ جمالِ او می بینم
بینم ہمہ کائنات در حد کمال　　این نیز ہم از کمال او می بینم

سلطان قاجار

در محضر دوست بینوائی خوشتر　　در خدمت بادشہ گدائی خوشتر
چوں کار نہ بروفقِ رضای من و تست　　تسلیم بہ قسمتِ خدائی خوشتر

سلطان قاجار

بے وصل تو مرگ از حیاتم خوشتر　　در ہجر تو حنظل از نباتم خوشتر
زہرے کہ تو بخشی از حلاوتہا بہ　　قیدے کہ تو خواہی از نجاتم خوشتر

سلطان قاجار

چندے ز گناہ روسیہ بودم و شوم　　یک چند مراز ہد و ورع گشت رسوم
تردید و تلوّن نہ دو رنگی ست ولا　　یا زنگی زنگ باش یا رومی روم

محمد غزالیؒ

گفتم ولا تو چندیں بر خویشتن چہ پیچی　　با یک طبیب محرم ایں از درمیان نہ
گفتا کہ ہم طبیبے فرمودہ است با من　　گر مہر یار داری صد مُہر بر زبان نہ

مجدالدین بغدادی

فردا کہ شود مدتِ عالم کم و کاست　　سرہا ہمہ از خاک بر آید چپ و راست
بیچارہ تنِ شہیدِ من غرقہ بخوں　　از خاکِ سرکوی تو بر خواہد خاست

مجدالدین بغدادی

از شبنم عشق خاکِ آدم گِل شد　　صد فتنہ و شور در جہاں حاصل شد
صد نشترِ عشق بر رگِ روح زدند　　یک قطرہ فرو چکید و نامش دل شد

خواجہ معین الدین چشتی

عاشق ہمہ دم فکر رخ دوست کند　　معشوق کرشمہ کہ نیکو ست کند
ما جرم و خطا کنیم او لطف و عطا　　ہر کس چیزیکہ لایقِ اوست کند

سلطان ولد

گر یک ورق از کتابِ ما برخوانی　　حیرانِ ابد شوی زہے حیرانی
در مکتب فیضی بدرسِ دل بنشینی　　استاد آنرا بدرس خود بنشانی

ابوالحسن بیگانہ

دیوانگی از صبر و قرار اولیٰ تر　　بیگانگی از یار و دیار اولیٰ تر
اسبابِ دو کون عرضہ کردم بردل　　گفت اے بے درد! دردِ یار اولیٰ تر

وقوعی سمنانی

معشوقہ وصالِ جاودانت ندہد　　رہ جانب خویش رایگانت ندہد
بگذر ز حدیثِ وصل کاین پردہ بیا　　تا جاں ندہی ز خود نشانت ندہد

قاسم الانوار تبریزی

ہر چند ترا از اہل ایماں دارم　　در معنی ایں مسئلہ برہاں دارم
گر عشقِ خدا نباشدت در دل و جاں　　من کافرم ار ترا مسلماں دارم

اہلی شیرازی

تا در تنِ ما خوں بود اندر رگ و پوست
از دوست نخواہیم مرادے بجز دوست

بستن بہ متاعِ ایں جہاں دل نہ نکوست
کاینہا ہمہ فانی اند و باقی ہمہ اوست

حقی خوانساری

دامانِ وصالِ دوست در چنگم نیست
یکرو شدہ و یکدل و یکرنگم نیست

در ہر دو جہاں نگنجد و در دلِ من
گنجیدہ فراخیٔ دلِ تنگم نیست

محمد سعید حکیم تنہا

تا دل بہ رموزِ عشق محرم نشود
یک ذرہ بہ غیر حاجتت کم نشود

یک جو بہ خدا محبتے پیدا کن
تا میل بہ گندمت چو آدم نشود

محمد قاسم مشہدی

عشق است یکی نقطہ و عالم پرکار
ہر دائرہ را بود بریں نقطہ مدار

در دائرہ مرکزِ محیط است یکی
باشد ز محیط رہ بہ مرکز بسیار

سعدالدین حموی

دل وقت سماع رہ بدیدار برو
جاں رہ بہ سرا پردۂ اسرار برو

ایں نغمہ چو مرکبیست و روح ترا
بردارد و خوش بہ عالمِ یار برو

سعدالدین حموی

گر با غم عشق سازگار آید دِل
بر مرکب آرزو سوار آید دل

گر دل نبود کجا وطن سازد عشق
در عشق نباشد بچہ کار آید دل

شریف جرجانی

اے حسن اثرا بہر مقامے نامے — وے از تو بہر دل شدہ پیغامے
کس نیست کہ نیست بہرہ ور از تو ولیک — اندر خور خود بہ جرعۂ یا جامے

عجم قلی بیگ ذو القدر

در مذہب عشق شاہ و درویش یکیست — شیرینئ نوش و تلخئ نیش یکیست
در کفۂ میزان خرد بیش و کم است — آنجا کہ بود عشق کم و بیش یکیست

نقی کمرہ

در وادئ عشق جملہ نار است و نیاز — طے میشود اینجا ہمہ اوضاع مجاز
ہر سوئے در آں کوی تو آن بر سجود — در کعبہ ز ہر جہت تواں کرد نماز

شاہ بدخشانی

در مدرسه آنچه صحبت یاران است   در صومعه آنچه برگرفتاران است
زانگاه که مهر تو گزیدم دیدم   کاین ها همه کارهای بیکاران است

نشاط اصفہانی

فارغ ز غمِ سود و زیانم کردی   آسوده ز محنتِ جہانم کردی
اے عشق! ترا چه شکر گویم که چنانکه   میخواستم آخر آنچنانم کردی

فیضی دکنی

بر تن مفزا که نفس سرکش گردد   بر عقل متن که طبع ازاد خوش گردد
در آتشِ عشق سوز تا نار شوی   پروانه غذای روحِ آتش گردد

ابوالوفا خوارزمی

من از تو جدا نبوده ام تا بودم
این ست دلیلِ طالع مسعودم
در ذاتِ تو ناپدید از معدوم
در نور تو ظاهرم اگر موجودم

اخگر کرمانی

مردان سوی عالم حقیقت راندند
نامرداں در بہانہ جوی ماندند
یک نکتہ بگویمت گر از من شنوی
آں برد بہ دوست رہ کہ او را خواند

عنایت اللہ خاں آشنا

کم ظرف ز عشق خرمن ہستی سوخت
پر حوصلہ نور زندگانی اندوخت
کاہید خرد ز عشق و افزود جنوں
از باد چراغ مرد و آتش افروخت

غزالی مشہدی

سلطان گوید کہ نقدِ گنجینہ من
صوفی گوید کہ دلقِ پشمینہ من
عاشق گوید کہ داغِ دیرینہ من
من دانم و من کہ چیست در سینہ من

سایر اردوبادی

کس در رہ عشق محرم راز نہ گشت
سائر چو تو ہیچکس نہ پیمود این دشت
عاقل بہ کنار آب تا پل می جست
دیوانہ پا برہنہ از آب گذشت

بہائی عاملی

تا از رہ و رسم عقل بیرون نشوی
یک ذرہ از آنچہ ہستی افزون نشوی
یک لمعہ ز روی لیلیت بنمایم
عاقل باشیم اگر تو مجنوں نشوی

ابن یمین

ہیچ دانی کہ در شکستنِ چوب   از وجودش چرا طراق آمد
نزد اہلِ خرد ستون بود   کیں طراق از غمِ فراق آمد

حافظ شیرازی

من نبُ آں کسم کہ شوقے دارد   بر گردنِ خود ز عشق طوقے دارد
تو لذتِ عشق و عاشقی کے دانی   ایں بادہ کسے خورد کہ ذوقے دارد

حافظ شیرازی

عمری زپئے وصالِ خوبانِ جہاں   گردیدم و ایں تجربہ کردم آساں
یک راحت و صد ہزار محنت وصلت   یک محنت و صد ہزار راحت ہجراں

شاہ سنجان خافی

جمعے بہ تشکّکند و قومے بہ یقیں   یک قوم دگر فتادہ اندر پئے دیں
ناگاہ منادئے برآید زکمیں   کاے بے خبراں راہ نہ آنست و نہ ایں

فیض کاشانی

در پس پردۂ اسرار بسر می بردیم   خفتہ بودیم وز رہہای تو بیدار شدیم
شربت لعل لبت بود شفای دل ما   بہ عبث مازپئے نسخۂ عطار شدیم

فیض کاشانی

یا من بودی منت نمیدانستم   یا من بودی منت نمیدانستم
چوں من شدم ازمیان ترادانستم   تا من بودی منت نمیدانستم

فیاض لاہجانی

وقت است کہ ترک پیر واستاد ہیم آموختہ ہا را ہمہ از یاد دہیم
با جامِ مئے دو سالہ در میکدہ ہا ناموسِ ہزار سالہ بر باد دہیم

فدائی لاہجی

از دار بقا فتادہ در دارِ عذاب آدم زپئے گندم و من بہر شراب
مرغانِ بہشتیم عجب نیست اگر او از پئے دانہ رفت و من از پئے آب

میر مختوم نشاپوری

در دائرۂ وجود موجود یکیست از کعبہ و از کنشت مقصود یکیست
در صفحۂ کائنات خطّے ست بہ بیں کاے سالکِ رہ عابد و معبود یکیست

ولی دشت بیاضی

وصلِ تو بکام غیر دیدن مشکل　　وز دیدنِ تو طمع بریدن مشکل
گفتی که بمیر تا بوصلم برسی　　مردن آسان ولے رسیدن مشکلِ

واله لکزی داغستانی

من زندہ بدوستم نمیرم ہرگز　　مغزے بے پوستم نمیرم ہرگز
ہرکس کہ نہ اوست مردہ اش دان ازل　　من خود ہمہ اوستم نمیرم ہرگز

ہدایت طبرستانی

ما را ز جہاں جملہ لقای تو خوش است　　ہم لطفِ تو ہم جور و جفای تو خوش است
ناخوش نبود از تو بجز ہجرت ہیچ　　وان ہم چو در آن تو در رضای تو خوش است

ہدایت طبرستانی

گہ چرخ بہ بندد در و گہ بگشاید		گہ دہر بکاہد زر و گہ بفزاید
ایں آمدن و شدن نہ در دست کسیست		باللہ چہ رود در رود چہ آید آید

ملک شمس الدین کرت

با دشمنِ من دوست چو بسیار نشست		با دوست نشایدم دگر بار نشست
پرہیز ازاں عسل کہ با زہر آمیخت		بگریز ازاں مگس کہ بر مار نشست

ابوسعید برغش شیرازی

اے دوست زجملہ نیک و بد بگذشتم		کافر بودم کنوں مسلماں گشتم
ہر چیز کہ آں خلاف رای تو بود		گر خود ہمہ دین است ازاں برگشتم

ابوالحسن خرقانی

آن دوست که دیدنش بیاراید چشم　　بی دیدنش از گریه نیاساید چشم
ما از برای دیدنش باید چشم　　گر دوست نه بیند بچکار آید چشم

ابوالفرج رونی

در عشق تو خوشدلی ز من بیزار است　　رو شاد نشین که بر مرادت کار است
تو کشتن من می طلبی وین سهل است　　من وصل تو می جویم و این دشوار است

اوحدالدین کرمانی

چشمی دارم همه پر از صورت دوست　　این دیده مرا خوش است چون دوست در اوست
از دیده و دوست فرق کردن نه نکوست　　یا اوست درون دیده یا دیده خود اوست

اوحدالدین کرمانی

ای زندگی من و توانم همہ تو — جانی و دلی ای دل و جانم همہ تو
تو هستی من شدی ازانی همہ من — من نیست شدم در تو ازانم همہ تو

انوری ابیوردی

تا کی زغم تو رخ بخوں شوید دل — آزار و جفای تو بجان جوید دل
بخشای کز آسماں نمی بارد جاں — رحم آر کہ از زمیں نمی روید دل

جمال الدین اصفہانی

در راہِ دلم زعشق تو صد دام است — امید منِ سوختہ دل بس خام است
آنرا کہ توئی یار چہ بے یار کس است — وانرا کہ توئی دوست چہ دشمن کام است

حمیدی بلخی

کے پست شود آنکہ بلندش تو کنی   شاداں بود آں دل کہ نژندش تو کنی
گردونِ سرافراشتہ صد بوسہ دہد   ہر روز بداں پای کہ بندش تو کنی

ہاتف اصفہانی

ہاتف تو کہ جسم ناتوانی داری   چوں شمع بلب رسیدہ جانی داری
از داغِ غمِ یار چہ آمد بسرت   تقریر بکن تو ہم زبانی داری

طالعی

زاہد بصلاح و زہد خود می نازد   عاشق بر دوست نقدِ جاں می بازد
دارند امیدِ نظر ایں ہر دو زدوست   تا دوست بسوی کہ نظر اندازد

فوقی یزدی

تا نیست نگردی رہ ہستت ندہند ویں مرتبہ با ہمت پستت ندہند
چوں شمع قرار سوختن تا ندہی سر رشتۂ روشنی بدستت ندہند

مہی زواری

برخیز کہ ساقی و شرابت آمد واندر شب تیرہ آفتابت آمد
تو کرمِ شب افروز طلب می کردی خورشید بخانۂ خرابت آمد

زائر

از یار بہر طرف بہارے داریم ما ہیچ نبودہ ایم و یارے داریم
پندارِ تو ہمّتِ دوئی کرد خراب یعنے مائیم و کار و بارے داریم

صائب

صفای روی ترا از نقاب می بینم به ماه می نگرم آفتاب می بینم

نژاد گوهر من از محیط یکسان ست بیک نظر همه را چون حباب می بینم

میرزا جلال امیر

ای دل در تنگ عشقبازی تا کے ای خون نشده لاف نونیازی تا کے

بودن هدفِ تیر ملامت تا چند بیچاره بخون خویش بازی تا کے

میرزا جلال امیر

میگریم و دیده غافل ست از رازم می نالم و ناله نشنود آوازم

دیریست که زندانی دشتِ سفرم عمریست که صیدِ قفسِ پروازم

قاسم

هر چند که در ملک خدا مستانیم / ملک جهان را بجوی نستانم

مرکب بسر کوی یقین می رانیم / اسرار ازل تا به ابد می دانیم

قاسم

سودای تو اندر دل دیوانه ماست / هر جا که حدیثِ تست افسانه ماست

بیگانه که از تو گفت آن خویش من ست / خویشی که نه از تو گفت بیگانه ماست

قاسم

دوشینه شبم دلِ حزینم بگرفت / اندیشه یارِ نازنینم بگرفت

گفتم به سر و دیده روم بر در تو / اشکم بد وید و آستینم بگرفت

قاسم

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم خاکی شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ زکونین توئی از بہر تو میرم و برائے تو زیم

قاسم

ما رطل مغانہ دوش بیباک زدیم عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر یکے مغبچہ می خوان صد بار کلاہِ توبہ بر خاک زدیم

بخشی

بخشی از فراغ بیرون ست غم دل جز چراغِ دل نبود
دل فارغ نشانِ بیکاری ست عاشقاں را فراغ دل نبود

بخشی

گر از خودئی خویش برون آئی تو — در پردهٔ توحید درون آئی تو
ور از روشِ چون و چرا بر گزری — از خود شده بی چرا و چون آئی تو

عمر خیام

خواهی ز فراق در فغان دار مرا — خواهی ز وصال شادمان دار مرا
من با تو نگویم که چسان دار مرا — ز انسان که دلِ تست چنان دار مرا

عمر خیام

این لعل گرانِ تو ز کانی دگرست — وان دُر یگانه را نشانی دگرست
اندیشهٔ این و آن خیالِ من و تست — افسانهٔ عشق را زبانی دگرست

عمر خیام

با هر بد و نیک راز نتوان گفتن
دایم سخنی در از نتوان گفتن
حالی دارم که شرح نتوانم داد
رازی دارم که باز نتوان گفتن

عمر خیام

ای وای بران دل که در و سوزی نیست
سودا زدهٔ مهر دل افروزی نیست
روزیکه تو بی باده بسر خواهی برد
ضایع تر ازاں روز ترا روزی نیست

عمر خیام

گویند بهشت حور عین خواهد بود
وانجا می ناب وانگبین خواهد بود
گر ما می و معشوق پرستیم رواست
چون عاقبت کار چنین خواهد بود

عمر خیام

گویند بحشر گفتگو خواهد بود — وان یار عزیز تند خو خواهد بود
از خیر محض جز نکوئی ناید — خوش باش که عاقبت نکو خواهد بود

عمر خیام

اسرار ازل بادہ پرستاں دانند — قدر مے و جام تنگدستاں دانند
گر چشم تو حال من بداند چہ عجب — شک نیست کہ حالِ مستاں مستاں دانند

عمر خیام

خشت سرِ خم ز مملکتِ جم بہتر — بوی قدح از غذای مریم بہتر
آہِ سحرے ز سینۂ خماری — از نالۂ بوسعید و ادہم بہتر

عمر خیام

با یار چو آرمیده باشی همه عمر
خوابی باشد که دیده باشی همه عمر
هم آخر عمر رحلتت باید کرد
لذات جهان چشیده باشی همه عمر

عمر خیام

ای بر همه سروران عالم فیروز
دانی که چه وقت می بود روح افروز
یکشنبه و دوشنبه و سه شنبه و چار
پنجشنبه و آدینه و شنبه شب و روز

عمر خیام

ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم
وین یک دم نقد را غنیمت شمریم
بی حکمتش نیست هر گناهی که مراست
پس ما غم آینده بهر چه بخوریم

عمر خیام

ہاں تا بخرابات خروشے نزنیم
برمیکدہ بگذریم و نوشے نزنیم
دستار و کتاب را فروشیم بمے
بر مدرسہ بگذریم و جوشے نزنیم

عمر خیام

آں بہ کہ زجام و بادہ دل شاد کنیم
وز آمدہ و گذشتہ کم یاد کنیم
ایں عاریتے روانِ زندانی را
یک لحظہ ز بندِ عقل آزاد کنیم

عمر خیام

مسکیں دلِ دردمند دیوانۂ من
ہشیار نشد ز عشقِ جانانۂ من
روزیکہ شرابِ عاشقی می دادند
در خونِ جگر زدند پیمانۂ من

عمر خیام

ای دیدہ بیا لقائے منظور ببیں — آن جبہہ و آں جمال و آں نور ببیں
در وادی ایمنِ محبت بگذر — ہم موسیٰ و ہم درخت و ہم طور ببیں

عمر خیام

ای آنکہ توئی حیات جانِ جانم — در وصف تو گرچہ عاجز و حیرانم
بینائی چشم من توئی می بینم — دانائی عقل من توئی می دانم

محمود

گر عشق نبودے و غم عشق نبودی — چندیں سخن خوب کہ گفتی کہ شنودی
در باد نبودی سرِ زلف کہ ربودی — رخسارۂ معشوق بعاشق کہ نمودی

هلالی

هر که می عشق بجامش کردند — از دُردیٔ درد تلخکامش کردند
گویا همه غمهائے جہاں دریکجا — جمع آمده بود عشق نامش کردند

راهب

راهب بمن آں ستیزه خویار نشد — وز نالهٔ من دلش خبردار نشد
آمد بسر رحم پس از مردن من — تا دیده بخفت بخت بیدار نشد

ابو سلیک گرگانی

خون خود را گر بریزی بر زمیں — به که آب روی ریزی در کنار
بت پرستیدن به از مردم پرست — پند گیر و کار بند و گوش دار

فرخی

تا در طلب دوست همی بشتابم
عمرم بکران رسید و من در خوابم
گیرم که وصال دوست درخواهم یافت
این عمر گزشته را کجا دریابم

فرخی

هر کس که رخ تو دید حیران ماند
وز لعل لبِ تو لب بدندان ماند
آن کس که سرِ زلف پریشانِ تو دید
کافر باشم اگر مسلمان ماند

علاء الدین اوجندی

ای آنکه بزلف شام و از رخ سحری
مانند سحر کنی مرا پرده دری
تو طعنه زنی به مفلسیہائے مرا
ما مفلس از آنیم که تو سیمبری

نساخ

ای نورِ مجسم چو رخت پر نورست　　از جلوهٔ نورِ تو جهان معمورست

شد گردِ رہت سرمۂ چشمِ خورشید　　ہر سنگ رہت غیرتِ کوہِ طورست

نساخ

سودائی آں چشمِ سیہ کیست کہ نیست　　آشفتۂ مژگان و نگہ کیست کہ نیست

نساخ بزیرِ چرخ مانندِ کتاں　　دل چاک از آں روی چو مہ کیست کہ نیست

نساخ

ایں قصۂ درد و غم نمی باید گفت　　ایں حالتِ پر الم نمی باید گفت

با غیر چہ حاجت ست گفتن ز فراق　　نساخ بیار ہم نمی باید گفت

نساخ

در سینہ من کینہ ندیدست کسے | آئینہ نما سینہ ندیدست کسے
جز پرتو حسنش کہ بدل می بینم | خورشید در آئینہ ندیدست کسے

اسکندر

ای دل ز شرابِ وصل بیہوش مشو | وز بادۂ قرب مست و مدہوش مشو
ہر چند ز دوست بیشتر بینی ناز | در عرض نیاز کوش و خاموش مشو

صدر

آں نیست رہِ وصل کہ انگاشتہ ایم | واں نیست جہانِ جاں کہ پنداشتہ ایم
آں چشمہ کہ خورد خضر ازو آبِ بقا | در خانۂ ماست لکن انباشتہ ایم

قاضی عبداللہ

در مملکتِ وجود فرماں از تست درماں دلِ بے سروساماں از تست
مارا بدوائی دردِ دل کاری نیست دل از تو و درد از تو و درماں از تست

عزیز کاشی

ایدوست میان ما جدائی تا کے چوں من تو ام ایں من و مائی تا کے
باغیرت تو مجال غیر تو نماند پس در نظر ایں غیر نمائی تا کے

فائض

فائض سخنِ راست ز ما باور کن مژگان بندامتِ گناہی تر کن
پروانہ شبی بخواب ما آمدہ گفت شب رفتہ چہ مردہ چراغی بر کن

متین اصفہانی

بگذار طلب بہ تخت شاہی نشیں
در سایۂ رحمتِ آلٰہی بہ نشیں
خلوت نبود گوشہ نشینی تنہا
بیخود شو و ہر کجا کہ خواہی بہ نشیں

نامی

در مذہبِ بالجملہ یکساں می باش
در دائرۂ کفر بایماں می باش
ایں ست طریق عشق جانانۂ ما
زنار بگردن و مسلماں می باش

شیخ نظام الدین گنجوی

گہ دیدہ بدیدنِ جمال تو خوش ست
گاہی دل مسکین بخیالِ تو خوش ست
ہیچ از تو بجز فراقِ تو ناخوش نیست
آں نیز بامیدِ وصالِ تو خوش ست

ملا حیاتی گیلانی

با آه خوشم که آشنای دلِ ماست
با ناله که آنهم از برای دل ماست

با گفت و شنید درد و غم نیز خوشم
کاں کہنہ حدیث ماجرای دل ماست

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی

چوں یوسف باغ در چمن می آید
بوی ز زلیخا سوے من می آید

یعقوب دلم نعرہ زناں می گوید
فریاد کہ بوی پیرہن می آید

ابوالفوارس شاہ شجاع مقصری

جاں در طلب وصل تو شیدائی شد
دل در خم گیسوی تو سودائی شد

اندر طلب وصال تو گرد جہاں
بیچارہ دلم بگشت و ہر جائی شد

سلطان بایزید

از واقعۂ ترا خبر خواہم کرد — واں را بدو حرف مختصر خواہم کرد
با عشق تو در خاک فرو خواہم شد — با شوق تو سر ز خاک بر خواہم کرد

عبدالرحیم خانخاناں

دل چیست کہ در سر وفایت نشود — جاں کیست کہ کیسۂ جفایت نشود
برگردم ازاں دیں کہ بغارت نبری — بیزارم ازاں جاں کہ فدایت نشود

عبدالرحیم خانخاناں

میرفت و ز دیدہ اشکباراں میکرد — گریاں گریاں وداع یاراں میکرد
آنجا ز وصال مردہ را جاں میداد — اینجا ز فراق زندہ بیجاں میکرد

علی قلی خان والہ

چشمان تو ترک می پرستی نکنند　　اندیشہ ز خون ریزی و مستی نکنند
کوتاہ ہے زلف از خدا خواستہ　　تا اہل ہوس دراز دستی نکنند

علی قلی خان والہ

چشمت بفسوں شکارہا خواہد کرد　　بسمل نہ یکے ہزارہا خواہد کرد
ابروی تو خوں عالمی خواہد ریخت　　ایں تیغ برہنہ کارہا خواہد کرد

بیرم خان خانخاناں

تاکی صنما یار تو اغیار شود　　در بند جدائی چو منِ زار شود
ہر کس کہ مرا از تو جدا می خواہد　　یارب بہ بلائی بد گرفتار شود

قزلباش خاں مرحوم

در محفل ناز یار ہا منتظر اند در باغ گل و ہزار ہا منتظر اند
ای در د بدار دست از پای امید در کوچۂ یار خار ہا منتظر اند

فرید الدین احوال سفرائی

دل را بہ کرشمہ چشم او بندہ کند جان را لب او عاشق یک خندہ کند
این طرفہ کہ ہر کرا کشد از غمزہ بازش بیکی بوسہ ز لب زندہ کند

مُلا حسین یزدی

در صفحۂ دہر آیتِ عشق نماند در ہیچ زبان شکایت عشق نماند
تا گرم کند فسردہ را بدمے یک سوختہ در ولایتِ عشق نماند

ملا حسین یزدی

آنرا بکمال سرفرازی دادند وین را بو فور مال بازی دادند
ما را که بدریوزهٔ دیدار شدیم عاشق کردند و بے نیازی دادند

محمد قلی سلیم

صبح ست و نوای بلبلے می آید زان طرہ نسیم سنبلے می آید
همچو مژہ در دیدۂ ما جا دارد خاری که ازو بوی گلی می آید

مولانا ناتونی

زاہد غم زمانہ محزون و فگار ما از غم یار این چنین زار و نزار
شک نیست کہ ہر دو را کشد آخر کار او را غم روزگار و ما را غم یار

ملا ملک قمی

ما ئیم و دلی و سوز آں مایۂ ناز
چشمی گریاں و شعلۂ آہ و نیاز

یک قطرۂ خون و اینہمہ درد و دریغ
مشتے خاشاک و ایں ہمہ سوز و گداز

کمال الدین اسمٰعیل

گر جاں خواہد زمن ہمہ جاں و ہمش
در عمر گرامی طلبد آں و ہمش

چیزیکہ جہاں زمن نخواہد ستدن
آں بہ کہ بدست خود بداں و ہمش

مجذوب

روزیکہ رسے بپرسشِ ایں دل ریش
جانی کہ تو دادۂ کنم تحفۂ خویش

شاہے کہ بکلبۂ گدائے گذرد
از مال خودش ما حضر آرند بہ پیش

عطار

گر قلب نبرد بایدت اینک دل / در عاشق فرد بایدت اینک دل
گر کعبهٔ شوق بایدت اینک جان / در قبلهٔ درد بایدت اینک دل

عطار

جانان نظری بر دل درویشم کن / یا چارهٔ جان چارهٔ اندیشم کن
این میدانم که خاک می باید شد / گر خاک کنی خاک رهِ خویشم کن

شیخ مغربی

ای مهر رخ تو مهر گنجینهٔ دل / گنجی ست نهان عشق تو در سینهٔ دل
جز عشقِ تو نیست یار دیرینهٔ جان / جز درد تو نیست یار دیرینهٔ دل

حکیم سنائیؒ

دل سوختۂ جمال او می بینم — جاں شیفتۂ وصال او می بینم
چنداں کہ دریں دائرہ بر می گردم — نقصان خود و کمال او می بینم

شیخ سعدی شیرازی

آں دوست کہ دیدنش بیارآید چشم — بے دیدنش از گریہ نیاساید چشم
مارا ز برائے دیدنش باید چشم — ور دوست نہ بینیم بچہ کار آید چشم

شیخ سعدی شیرازی

کردیم بسے جام لبا لب خالی — تا بو کہ نہیم لب براں لب خالی
ترسیدہ ازینیم کہ ناگاہ زجاں — بی وصل لبت کنیم قالب خالی

جمال الدین عبدالرزاق

بی دیدنِ دوست دیدگان را چه کنم چون نیست امیدِ وصل جان را چه کنم
جانم ز برائے وصل او می بایست بی جانِ جهان جانِ جهان را چه کنم

لطف علی بیگ سامی چرکس

گه بیخود و گه خراب و گه مست دلم گه بیهده گرد دگاه پابست دلم
آں روز که هرکس ز کسے داد زند فریاد زنم که داد از دستِ دلم

عین القضاة همدانی

از دامن دوست دست کوتاه مکن ور تیر زند بر جگرت آه مکن
یک لحظه ز یادِ دوست غافل منشیں او خواه ز تو یاد کند خواه مکن

امیر خسرو دہلوی

از عشق کہ کرد اے دل ابلہ توبہ   تا من کنم از جمال آں مہ توبہ
شب تیرہ دمی روشن و مخلص حاصل   او حاضر و من عاشق و آنگہ توبہ

شیخ عماد الدین فضل اللہ

در حضرت دوست تحفہ جاں نبری   در دت چو دہند نام درماں نبری
بیداد ز درد دوست نالاں گشتی   خاموش کہ عرض دردمنداں نبری

میر شوقی یزدی

شوقی غم عشق دلستانی دارے   گر پیر شدی غم جوانی داری
شمشیر کشیدہ قصد جانہا دارد   خود را برساں تو نیز جانی داری

حاجی محمد جان قدسی

خوشنود بمژدهٔ وصالم کردی   نا آمده مشتاق جمالم کردی
وصلِ چو توی مرا نیاید باور   دیوانهٔ سودای خیالم کردی

مولانا ایزدی یزدی

ای ساقی بادهٔ محبت جامے   وی قاصد غمزهٔ نهان پیغامے
تا کی هدفِ تیر تغافل باشم   قهری لطفی تبسمی دشنامے

طالب آملی

برقِ نفسم خرمنِ افلاک بسوخت   اشکم دامان لاله در خاک بسوخت
سر زد ز دلم آهے کز گرمی آں   کیفیتِ باده در رگِ تاک بسوخت

طالب آملی

در سینه نفس یوسف زندان غمست   در دیده نگاه پیر کنعان غمست
اینک چوں لالہ در بیابانِ دلم   ہر پارۂ دل بر سر پیکان غمست

طالب آملی

شبہا کہ بہ بزم دوست پیمانہ کشم   وز روزن سینہ آہ مستانہ کشم
تا شمع رخش غیر نہ بیند ہر دم   خاکسترِ دل بچشم پروانہ کشم

طالب آملی

در وادی عشق مست و مجنوں میرو   ہر گام بصد دجلہ و جیحوں میرو
ایں بادیہ را نشاں پائے بنود   منزل منزل بر اثر خوں میرو

طالب آملی

عاشق لب دل بعیش خنداں نکند سوز د ز ملال و یاد نسیاں نکند

صد گلشن اگر بہ تحفہ آرند برش خیر از گل اشک خود بداماں نکند

طالب آملی

آنم کہ زیاں گر طلبم سود شود بر شعلہ اگر روئے نہم دود شود

گر مرہم داغ خود بہ دریا فگنم ماہے بتہِ آب نمک سود شود

طالب آملی

در گریہ نمک سود کنم پارۂ دل الماس بروں دہم ز فوارۂ دل

زاں گونہ سیہ دلم کہ گر نکار افتد در دیدہ کشم سرمۂ نظارۂ دل

گرامی پنجابی

ما زمزمہ سنج گلشن لاہوتیم   افتادہ بدام فتنۂ ناسوتیم
نے عقل نہ عشق نے تصرف نہ اثر   پیچیدہ بخویش مردہ در تابوتیم

آزاد بلگرامی

اے گل ہر چند خالی از رنگ نۂ   آخر تو ہماں غنچۂ دلتنگ نۂ
اے شیشہ مزن لاف نزاکت امروز   انصاف کن آخر تو ہماں سنگ نۂ

آزاد بلگرامی

عشق است کہ ہموارہ نمایاں ماند   با وصف ہزار جامہ عریاں ماند
پوشیدن عشق نیست در دل ممکن   بر تخت جلوس شاہ پنہاں ماند

درد

هر چند نشد دل ز حقیقت آگاه
یای طلبش هست همان بر سر راه

یارب تو ز خود نشان دهی یا ندهی
مائیم و همین نام تو الله الله

درد

کیفیت چشم تو بخاطر جا کرد
مستغنیم از کشمکش صهبا کرد

بر دل چو نظر فتاد از خود رفتم
این شیشه مگر نشاء ی پیدا کرد

درد

ای درد چگویم ار چه گویم با تو
خود بیخبرم خبر چگویم با تو

او باطن محض گشته از فرط ظهور
ظاهر تر ازین دگر چگویم با تو

درد

آں جلوہ کہ از طاق شعورم افگند
برخرمن ہوش برق طورم افگند

تا پردۂ راز اقربیت نہ درد
نزدیک شد آنقدر کہ دورم افگند

درد

درد آنکہ ازو گرمیٔ صد محفل بود
روزی دوسہ زین پیش درین منزل بود

رو بر سر تربتش بجانِ آگاہ
کیں مشت غبار در زمانی دِل بود

درد

آں جلوہ بدیدہ یار خواہد گردید
رازش ہمہ آشکار خواہد گردید

ما آئینہ ایم و خود پرست نگاہ
ناچار بما دوچار خواہد گردید

درد

جاہل طبعیم گرچہ باعرفانیم
طفلیم ہنوز گو مطوّل خوانیم
حرفی از ما دگر نباید پرسید
ما میدانیم انچہ ما می دانیم

درد

امروز کہ واکرد زرخ یار نقاب
در پردہ بے پردگی آمد بحجاب
از ہجر و وصال او چگویم کہ مرا
دریا در مشت و مشت خالی چو حباب

درد

گرم سفرم ز منزلی می گویم
افسانۂ شوق محملی می گویم
این قافلہ مستِ می برد می و من
بانگ جرسم دردِ دلی می گویم

درد

فریاد کہ حسن بی حجاب اورا	در پردہ نہفت پردۂ کوری ما
صد جلوہ نمود یار و ما بیخبراں	افسوس نداشتیم چشم بینا

درد

ای آنکہ ہمیشہ در خیالِ اوئی	یا طالبِ دولتِ وصالِ اوئی
از خود طلب آں ہمہ کمالِ اورا	چو آئینہ مظہرِ جمالِ اوئی

درد

ہر چند کہ صافیم کدورت اثریم	محویم ولی ہماں پریشاں نظریم
یعنی کہ بغفلت کدۂ خلق ای درد	چوں آئینہ چشم از و ما بیخبریم

درد

گہ رنگ طرب بخاطر آمیختہ ست ـ گہ گرد ملال سر بسر بیختہ ست
حیرت زدۂ طلسم ہستی شدہ ایم ـ کایں بحر چہ موجہا برانگیختہ ست

درد

در رنج و بلا قدم بہ ماتم نہ زنی ـ آئین رضا و صبر برہم نہ زنی
روشن ز تو بزم بندگی چوں شمع ست ـ ہر چند کہ سوزند ترا دم نہ زنی

درد

تا چند ز فوت مدعا رنجیدن ـ دکان ہوس ز جہل بر خود چیدن
تا چشم کشادہ است چوں آئینہ ات ـ در پیش آید ہر آنچہ باید دیدن

درد

آن دم کہ کشاید در بخشش غفار　　آید ہمہ اسرار نہاں در اظہار
از راہ معیتی کہ دارد با ما　　مارا ز جمال اوست چشم دیدار

درد

شو عاشق و در خود طلبی پیدا کن　　یعنی پی وصلش سببے پیدا کن
خورشید ندارد ز کسے جلوہ دریغ　　ای ذرّہ برو تاب و تبے پیدا کن

درد

در عشق نہ مرد خود پرستی باید　　وارستہ ز خویش دل بدستی باید
ای انکہ پُری ز باد دعوی چو حباب　　البتہ ترا بخود شکستی باید

درد

اکنوں من و این گوشهٔ زندان جنوں — آباد کنم خانهٔ ویران جنوں
سودای کسی نبود زین پیش مرا — شد زلف توام سلسله جنبان جنوں

درد

گرداعیهٔ محیط دارد سیلت — خار و خس این دست نگیرد ذیلت
چوں قبله نما اگرچه گردانندت — باید که بسوئے یار باشد میلت

درد

ای درد اگر ز اصل و فرعت خبر است — دریاب که تفصیل باجمال در است
در آدم بود ذریاتش پنہاں — در تخم چنانکه برگ و بر مستتر است

درد

از عقل بمیدان جنوں باید تاخت
وز عرصهٔ وہم خود بروں باید تاخت

عمریست کہ از خویش جدا می تازم
ہر چند ندانم اینکہ چوں باید تاخت

درد

ای درد دنیا بی تو صبوری از وی
بعد ست بقرب ہم ضروری از وی

دنیا چہ و عقبیٰ چہ دوئی ہجران است
انجا ہم اگر توئی تو دوری از وی

درد

از بس زجدائی کساں سوختہ ام
خرمن خرمن زحسرت اندوختہ ام

یاد ایام رفتہ مد نظر ست
چوں سوزن چشم بر قفا دوختہ ام

درد

اسرار نہاں کہ در بیاں می آرم شمعی ست کہ در بزم جہاں می آرم
ای درد چو شعلہ جملہ نوری باشد من سوز دلے کہ بر زباں می آرم

درد

عشق ست کہ دارد ہمہ جا دست رسی گر دست گذر با سماں نیز بسے
ایں شکل ہلال نیست پیدا بر چرخ ناخن بدل سپہر زد حسن کسے

مومن دہلوی

عشقی خواہم کہ جاودانی باشد یاسے خواہم کہ کامرانی باشد
عمری خواہم کہ بد تر از مرگ بود مرگی خواہم کہ زندگانی باشد

مومن دہلوی

یارب نظری بچشم خونبارم کن رحمی بدل سوختۂ زارم کن
گر در خور آتشم بدوزخ مسپار یک شعلہ زبرق طور در کارم کن

مومن دہلوی

امروز کہ از خاک سری بر زدہ ام لرزان لرزاں قدم بمحشر زدہ ام
بر سر زدنم روا ندارے یارب دستی کہ بدامان پیمبر زدہ ام

مولوی یوسف علی

دارم سرّی شگفت در پردۂ دل حاشا کہ شود سماء و ارضش حامل
اظہار بود قاتل و اخفا مہلک گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

کوکب کشمیری

مارا نبود دلی که کار آید ازو　　جز ناله که در دمی هزار آید ازو

چندان گریم که کوچها گل گردد　　نی روید و نالهای زار آید ازو

نامی بھکری

در عشق خدا مشق جنوں باید کرد　　جاں را بطریق رهنمون باید کرد

چوں شیشه تمام پر زخوں باید شد　　وانگه زرهِ دیده بروں باید کرد

باقر لکھنوی

بیماریم آه بی شفا افتاده است　　دردِ من زار بے دوا افتاده است

بگذشته زمن مرا گذارید بمن　　کارِ من خسته با خدا افتاده است

ثاقب کاکوروی

من در طلبش بہر درے پیوستم — از دست کسی نداد مطلب دستم
یک جذبہ بزد دست کار من کرد تمام — الّمنۃ للہ کہ ز منت رستم

ثنائی کشمیری

زاں حسن بہ ام شور غوغا شدنی ست — زاں زلف دراز فتنہ برپا شدنی ست
از قامت او قیامتے در عالم — امروز اگر نہ گشت فردا شدنی ست

حافظ جالندہری

جانان دم نزع دیدنی ہست بیا — احوال دلم شنیدنی ہست بیا
ای دادہ رخ تو آب و رنگے گل را — رنگ رخ ما پریدنی ہست بیا

عیشی لکھنوی

عیشی شکیب ایں ہمہ بیتابی چیست
بگریستی آنچناں کہ دشمن بگریست

گویند کہ بعد مرگ امید وصل ست
چندے بامیدِ مرگ ہم باید زیست

ہاشم کشمیری

مائیم کہ در شعلہ نشیمن کردیم
آتشکدہ را خیال گلشن کردیم

بردیم خیال دوست ہمراہ بخاک
شمعی بمزار خویش روشن کردیم

واقف دہلوی

تا ہست ز دل اثر تمنا ہم ہست
تا ہست نظر ذوق تماشا ہم ہست

ناصح ایں پند و نبد سودی نکند
بگذار کہ تا سرست سودا ہم ہست

واقف دہلوی

دریاب کہ موسم جوانی بگذشت   بشتاب کہ وقت کامرانی بگذشت
ای شوخ بیا بگذر ازیں جور و جفا   زاں پیش کہ بشنوی فلانی بگذشت

ڈاکٹر سر محمد اقبال

دلا نارائی پروانہ تا کے   نگیری شیوۂ مردانہ تا کے
یکے خود را بسوزِ خویشتن سوز   طوافِ آتشِ بیگانہ تا کے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے   تنے محکم تر از سنگیں حصارے
درونِ او دلِ دردآشنائے   چو جوئے در کنارِ کوہسارے

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

شنیدم در عدم پروانہ می گفت دمے از زندگی تاب و تبم بخش
پریشاں کن سحر خاکسترم را ولیکن سوز و سازِ یک شبم بخش

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

سحر در شاخسارِ بوستانے چہ خوش می گفت مرغ نغمہ خوانے
بر آور ہر چہ اندر سینہ داری سرودے، نالۂ، آہے فغانے

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

چو ذوقِ نغمہ ام در جلوت آرد قیامت افگنم در محفلِ خویش
چو می خواہم دمے خلوت بگیرم جہاں را گم کنم اندر دلِ خویش

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

چہ می پرسی میانِ سینہ دل چیست
خرد چوں سوز پیدا کرد دل شد
دل از ذوقِ تپش دل بود لیکن
چو یک دم از تپش افتاد گل شد

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

خرد گفت۔ او بچشم اندر نگنجد
نگاہِ شوق در امید و بیم است
نمیگردد کہن افسانۂ طور
کہ در ہر دل تمنائے کلیم است

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

کنشت و مسجد و بت خانہ و دَیر
جز ایں مشت گلے پیدا نکردی
ز حکمِ غیر نتواں جز بدل رست
تو اے غافل دلے پیدا نکردی

ڈاکٹر سر محمد اقبال

گدائے جلوہ رفتی بر سرِ طور　　کہ جانِ تو ز خود نا محرمے ہست
قدم در جستجوئے آدمے زن　　خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ز رازی معنیٔ قرآں چہ پرسی　　ضمیرِ ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد، دل بسوزد　　ہمیں تفسیرِ نمرود و خلیل است

ڈاکٹر سر محمد اقبال

من از بود و نبودِ خود خموشم　　اگر گویم کہ ہستم خود پرستم
ولیکن ایں نوائے سادہ کیست؟　　کسے در سینہ می گوید کہ ہستم

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

تو اے شیخ حرم شاید ندانی جہانِ عشق را ہم محشرے ہست
گناہ و نامہ و میزاں ندارد نہ او را مسلمے نے کافرے ہست

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی؟ کہ او پیداست تو زیرِ نقابی
تلاشِ او کنی جز خود نہ بینی تلاشِ خود کنی جز او نیابی

ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال

چہ پرسی از کجایم چیستم من بخود پیچیدہ ام تا زیستم من
دریں دریا چو موجِ بیقرارم اگر بر خود نہ پیچم نیستم من

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بیا اے عشق، اے رمزِ دلِ ما بیا اے کشتِ ما اے حاصلِ ما
کہن گشتند ایں خاکی نہاداں دگر آدم بنا کن از گلِ ما

سخن و خاموشی

بهائی آملی

آنکس که بدم گفت بدی سیرت اوست
وانکس که مرا گفت نکو خود نیکوست

حالِ متکلم از کلامش پیداست
از کوزه همان برون تراود که دراوست

خواجہ عبداللہ انصاری

اندر رہِ دیں تصرف آغاز مکن
چشم بدِ خود بہ عیبِ کس باز مکن

سِرِّ دلِ ہر بندہ خدا می داند
خود را تو دریں میانہ انباز مکن

رضی ارتیمانی

از دوری راه تا بہ کے آہ کنی   از رہ روِ رہزن طلبِ راہ کنی
یارب! چہ شود کہ بر سرِ ہستی خویش   یک گام نہی و قصہ کوتاہ کنی

شیخ سعدی

آنکس کہ خطای خویش بیند کہ رواست   تقریر مکن صواب نزدش کہ خطاست
آنروے نمایدش کہ در طینتِ اوست   آئینۂ کج جمال ننماید راست

بابا افضل کوہی

کم گوی و بجز مصلحت خویش مگوی   چیزیکہ نہ پرسند تو خود پیش مگوی
گوشِ تو دو دادند و زبانِ تو یکے   یعنی کہ دو بشنو و یکی بیش مگوی

بابا افضل کوہی

آنانکہ مقیم حضرت جانان اند
یادش چو کنند بر زبان کم رانند

وانانکہ مثال نائے با انبانند
دور اند از وازان بہ بانگش خوانند

بابا افضل کوہی

با دل گفتم کہ اے دلِ عربدہ جوے
صراف سخن باش و سخن کمتر گوی

خواہی کہ ترا آب بیاید در جوے
با دوست نشین و نیکیٔ دشمن گوی

عین القضاۃ ہمدانی

بستر دنی است آنچہ نبگاشتہ ایم
انگندنی است آنچہ بفراشتہ ایم

سودا بودہ است آنچہ پنداشتہ ایم
دردا! کہ بہ ہرزہ عمر بگذاشتہ ایم

سحابی استرآبادی

آنرا که شرابِ معرفت نوش کنند　　از هر چه بجز اوست فراموش کنند
آنرا که زبان دهند دیده ندهند　　وانرا که دهند دیده خاموش کنند

سحابی استرآبادی

عاقل که سلامت است خوش جان و تنش　　از هیچ سخن رنجه شدن نیست فنش
گر دانا گفت آن سخن پندی بود　　ور ناداں گفت خود چه باشد سخنش

سحابی استرآبادی

هزل است و فسانه ترا قدر شکن　　جز آنکه ضرورت است آنرا گفتن
در خلق نفاق و شین و غوغا و فتن　　زآنست کاز اندازه برون رفت سخن

سحابی استرآبادی

یک کس که از و بوی وجود آید نیست
یک حرف که از روی شهود آید نیست
هر چند در اوضاع جهان می‌نگرم
چیزی که با و دلم فرود آید نیست

خاکی شیرازی

چندے پے علم و مذہب و کیش شدم
یک چند دگر طالبِ درویش شدم
دیدم که دل است مبداء ہر فیضی
برگشتم و طالبِ دلِ خویش شدم

احمد ہاتف اصفہانی

بس مرد که لاف میزد از مردی خویش
در پرده زنی دیدم از و مردی بیش
ابنای زمانه دیدم اغلب ہاتف
مردند دلی با لب و با سبلت و ریش

فیاضی لاہیجی

اسرار نہاں فاش نباید گفتن   جز حیرت سامع نفزاید گفتن
ہر چند کہ آئینہ جدا نیست ز عکس   لیک آئینہ را عکس نشاید گفتن

حکیم سنائی

از خلق ز راہ تیز ہوشی نرہی   وز خود ز رہ سخن فروشی نرہی
زیں ہر دو بدیں و دگر بکوشی نرہی   از خلق و ز خود جز بخموشی نرہی

حکیم سنائی

در صورت ہر ہست چرائی مدہوش   در حسرت ہر نیست چرائی بخروش
ایں ہر دو یکی کن و بخور ہمچوں نوش   پس لب بہ کلوخ مال بنشین خاموش

میرزا مهدی عالی

شاد از سخن آدمی و غمناک شود پیدا از سخن جوہر ادراک شود
کافر کہ نمی شود بصد دریا پاک بیحرف و سخن بہ یک سخن پاک شود

قتالی خوارزمی

از دفتر عشق راہ میخوان و مگوی مرکب پئے این طائفہ میران و مگوی
خواہی کہ دل و دیں بہ سلامت ببری می بین و مکن ظاہر و میدان و مگوی

محمد صوفی

صوفی! زاہد بسی تنگ حوصلہ است از صحبت ما دور بصد مرحلہ است
معنی بلند گوش او نشنیدست با آنکہ دراز گوش این قافلہ ست

رفیع واعظ

کم گو کہ سخن بود چو دُرِ مکنوں　　گردد ز کمی قیمت این دُر افزوں
تنگی ز دہن از آں پسندیدہ بوُد　　تا حرف از آں شمردہ آید بیروں

مومن یزدی

مومن بہ بدی نیست کسے ماننَدت　　ویں طرفہ کہ خلق نیک می خوانندت
یکچند چناں بدی کہ خود میدانی　　یکچند چناں باش کہ میدانندت

امیر خسرو

خواہی ز وصال شادماں دار مرا　　خواہی ز فراق در فغاں دار مرا
من ہیچ نگویم کہ چساں دار مرا　　زانساں کہ تو خواہی آنچناں دار مرا

خواجه افضل الدین محمدؒ ترکه

سلطانی و گیر و دارِ عالم سہل ست
وین گنبد زرنگارِ عالم سہل ست

زنہار که فکر کارِ عالم نکنی
عالم سہل ست و کارِ عالم سہل ست

ظہیر فاریابی

دی شب خردم نصیحتی پنہاں گفت
در گوشِ دلم گفت و دلم باجاں گفت

باکس غمِ دل مگوی زیرا که نماند
یک دوست که با او غمِ دل بتواں گفت

علی حزیں

در گلشنِ دہر محرم راز نبود
در بزم زمانه نغمه پرواز نبود

تنہا نتواں زمزمه پردازی کرد
بستیم زباں کسی ہم آواز نبود

مرزا جلال الدین حسین صلائی شہرستانی

ای بخت اگر مرا گل از عید دمد　　یک صبح وصال از شب امید دمد
گیرم ز زرِ شش ز خیرہ گر زیں مرگ　　تا حشر بخاکم ہمہ خورشید دمد

موتمن الدولہ اسحٰق خاں

ای دل ہشدار تا شرابت نبرد　　ای دیدہ نگہدار کہ آبت نبرد
آں بندہ نواز وعدہ دار دامشب　　ای بخت خدا کند کہ خوابت نبرد

حکیم رکنائی کاشی مسیح

مردم کہ ز یکدگر جگر ریش تر اند　　جمعے پستر جماعتے پیشتر اند
در غربتِ مرگ بیم تنہائی نیست　　یارانِ عزیز آں طرف بیشتر اند

حکیم رکنائی کاشی مسیح

ایں زمرۂ ناخلف کہ از بوالبشرند — بیگانہ چرا بہ یکدگر می نگرند
گر آدمیاں تمام از یک پدرند — پس بہر چہ ایں قدر ز خود بیخبر اند

امیر محمد یوسف شاری ہراتی

ایدل حشم و حشمتِ سلطاں گذرد — روز و شبِ درویش پریشاں گذرد
می نوش غمیں مشو کہ ہر کار کہ ہست — آساں گیری بخویش آساں گذرد

شیخ نظام الدین گنجوی رح

رفتم بسر گور شہنشاہِ یمن — شہ دست بروں کرد ز من و ادکفن
گفتا کہ ازیں سخاوتم عیب مکن — کز دارِ فنا ہمیں رسید ست بمن

حاجی محمد جان قدسی

آزردہ دلم ز صحبتِ خلق بسے　　جز تنہائی دلم ندارد ہوسے
ہم ای نفسان یک نفسم بگذارید　　شاید کہ بکام دل برآرم نفسے

درد

گہ نالۂ دل مرا صدای چنگ ست　　گاہی دلم از نوای نی دلتنگ ست
از نغمۂ شکر و شکوہ ام نیست گریز　　تا تارِ نفس ہست ہمیں آہنگ ست

درد

ربطی بتو ہر گدا و شاہے دارد　　گر حالِ خوشی و گر تباہی دارد
یعنی کہ بسانِ دانہای تسبیح　　ہر دل در خود نہفتہ راہے دارد

درد

ای کردہ خراب عمر درچون و چرا　　عارف نہ شدی اگرچہ گشتی مُلّا
از ما بجز اقبال نہ بینی گاہے　　ہرچند کہ ایراد نمائی بر ما

درد

رندان ہمہ عمر مستے آمادہ کنند　　تا پرورشِ خاطرِ آزادہ کنند
خالی ز خیالاتِ دو عالم باشند　　پیمانۂ زندگی پُر از بادہ کنند

آزوال و ترکِ ہوا و ہوس

مولانا جلال الدین رومی

یک دمِ غم جاں نخور غمِ ناں تا کے
در پرورشِ ایں تنِ ناداں تا کے
اندر رہِ طبلِ شکم و نائے گلو
ایں رقصِ زنخ بضربِ دنداں تا کے

مولانا جلال الدین رومی

مارا سگِ نفس از پئے حرص و ہوس
ہر لحظہ دواند بدرِ ناکس و کس
سگ را بمرس کنند از بدنفسی
در گردنِ ما کردہ سگِ نفس مرس

مولانا جلال الدین رومی

غمہای زمانہ راچو پایانی نیست احوال جہان اسر و سامانی نیست

چندیں غم بیہودہ بخود در راہ مدہ کیں مایۂ عمر نیز چندانی نیست

مولانا جلال الدین رومی

خواہے کہ دریں زمانہ فردی گردی یا در رہِ دیں صاحب دردے گردی

ایں ابجز از صحبتِ مرداں مطلب مردی گردی چو گرد مردی گردی

فیاض لاہجی

ہر دل کہ ہوائے عالم راز کند باید گرہِ علاقہ را باز کند

دام است تعلقاتِ دنیائے دنی در دام چگونہ مرغ پرواز کند

فیاض لاہیجی

دنیا چاہیست نزدِ دانا بے تہ　　طولِ امل است ریسمانِ این چہ
ہر چند بود جامۂ عمرِ تو دراز　　بر قامتِ طولِ امل آید کوتہ

نصرت

افسوس! کہ آنچہ بردہ ام باختنیست　　بشناختہ ہا تمام نشناختنیست
انداختہ ام ہر آنچہ باید برداشت　　برداشتہ ام ہر آنچہ انداختنیست

میرزا خلیل

زر دوست درین زمانۂ پُر آشوب　　باشد ز غم حادثہ دایم منکوب
نزدیک بمرگ حرصِ زر پیران را　　افزون گردد چو سایہ وقتِ غروب

حسن دہلوی

دایم دلِ خود بہ معصیت شاد کنی　چون غم رسدت خدای را یاد کنی
دنیا ز تو رفتہ و ترا دعوی ترک　کنجشکِ پریدہ را چہ آزاد کنی

حکیم سنائی

رو گرد سراپردۂ اسرار مگرد　شوخی چہ کنی چو نیستی مرد نبرد
رندی باید ز ہر دو عالم شدہ فرد　تا می نخورد بہ جای آب و نان درد

مومن یزدی

گہ بستۂ زلف ہمچو زنجیر شدم　گہ از نگہے نشانۂ تیر شدم
آزادئ ہر دو کون میخواستم　در بندگئ نفس و ہوا پیر شدم

مومن یزدی

ازره مروی بہ جعد گیسو از زن　　　بارِ سیاہ است ہر سرِ مو از زن
از پہلوی مرد زن بروں آورند　　　یعنی کہ تہی بہ است پہلو از زن

مومن یزدی

باآنکہ یکے گام بہ منزل دارم　　　صد تخم ہوس ہنوز در گل دارم
در خاک نہ دانم کہ چساں می گنجم　　　بایں ہمہ آرزو کہ در دل دارم

ابراہیم اردوبادی

ہر زندہ دلیکہ او ز اہلِ درد ست　　　دانستہ ز اسبابِ تعلق فرد است
ہر پیر زنی مرگِ طبیعی دارد　　　مردیکہ بہ اختیار میرد مرد است

بابا افضل کوہی

بادادہ قناعت کن و با داد بزی ۔ در بندِ تکلف مرو آزاد بزی
در بہ ز خودی نظر مکن غصہ مخور ۔ در کم ز خودی نظر کن و شاد بزی

بابا افضل کوہی

رو دیدہ بدوز تا دلت دیدہ شود ۔ زان دیدہ جہانی دگرت دیدہ شود
گر تو ز سرِ پسند خود برخیزی ۔ احوال تو سر بسر پسندیدہ شود

شیخ عطار

خود را چو ز خواب و خور نمیداری باز ۔ پس چہ تو چہ شور در پردۂ راز
آخر ز وجودِ خویشتن شرمت نیست ۔ معشوق تو بیدار و تو خوش خفتہ بناز

شیخ عطار

نہ دررہِ اقرار قرارے داری　　نہ درصفِ انکار کنارے داری
می پنداری کہ کار تو سرسری است　　کوتہ نظرا درراز کارے داری

میر محمد باقر اشراق

اشراق غمیں دل از بتاں شاد مکن　　بُت خانہ زسنگ کعبہ آباد مکن
ایں دیر فنارا سرِ آبادی نیست　　اندر رہِ سیل خانہ بنیاد مکن

جامی

یارب از دو کون بے نیازم گرداں　　وزافسر فقر سرفرازم گرداں
در راہِ طلب محرمِ رازم گرداں　　زاں رہ کہ نہ سوی تست بازم گرداں

جامی

در راه اگر تو خود فروشی هیچے
در طاعت و بندگی نکوشی هیچے

تا کبر و حسد ز سینہ بیرون نکنی
گر خرقهٔ بایزید پوشی هیچے

رفیع واعظ

اے آنکہ تمام آرزو و ہوسی
طفلی مستی مُخَبَّطی خود چہ کسی

گفتی کہ بہ پیری چو رسم توبہ کنم
ترسم کہ جوان روی بہ پیری نرسی

رفیع واعظ

با خشم و شرہ ہمال تا کی باشی
انباز سگ و شغال تا کی باشی

با نفس چہ میکنی درایں تن ای جان
با خرس درایں جوال تا کی باشی

ملا مظفر حسین

ازحیلۂ نفس اگر رہی استادی
وز کوہ ہوای خود کنی فرہادی

آزادنۂ بہ جستن ای مرغ از دام
از دانہ اگر می گذری آزادی

خواجہ علی نعیم

درخاطرِ من اعیبہ بیجانیست
زآنست کہ از ہیچ کسم پروا نیست

ازمنتِ کائنات فارغ شدہ ام
بالاتر ازین بہشت در دنیا نیست

اوحد کرمانی

اوحدا دیدی کہ ہرچہ دیدی ہیچ است
ہرچیز کہ گفتی و شنیدی ہیچ است

سرتاسرآفاق و دیدی ہیچ است
این ہم کہ بگوشہ خزیدی ہیچ است

وحشت بختیاری

بانفس جهاد کن شجاعت این است ... بر خویش امیر شو امارت این است

انگشت به حرفِ عیبِ مردم مگذار ... مفتاح خزاینِ سعادت این است

بہائی آملی

ہر تازہ گلے کہ زیب ایں گلزار است ... گر بینی گل و گر بچینی خار است

از دور نظارہ کن مرو پیش کہ شمع ... ہر چند کہ نور می نماید نار است

بہائی آملی

ای غم کہ حجاب صبر بشگافتۂ ... بینائی ز دیدۂ کہ بر تافتۂ

شب تیرہ و یار دور کس مونس نیست ... ای ہجر بکش کہ بیکسیم یافتۂ

نطقی نیشاپوری

آنہا کہ مجرد اند از دنیائے — در عالمِ دل کنند ملک آرائی
عریاں بدنانرا بہ حقارت منگر — در برہنگی ست تیغ را برّائی

ابوسعید مہنہ

آتش بہ دو دستِ خویش در خرمنِ خویش — خود بر زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش — ای وای من و دستِ من و دامنِ خویش

ابوسعید مہنہ

ما با می و مستی سرِ تقویٰ داریم — دنیا طلبیم و میل عقبیٰ داریم
کے دنیا و دیں ہر دو بہم آید راست — این است کہ ما نہ دین نہ دنیا داریم

عبداللہ انصاری

گر از پے شہوت و ہوا خواہی رفت　　از من خبرت کہ بینوا خواہی رفت
بنگر چہ کسی و از کجا آمدۂ　　می داں کہ چہ می کنی کجا خواہی رفت

سحابی استرآبادی

تا بندِ طلسم آسمانی و زمیں　　بر گنج وجود کے توانی شد امیں
گفتی کہ ز ہر دو کون نومید شدم　　خاموش کہ امید ہمیں است ہمیں

سحابی استرآبادی

گر مرد خبیر و عاقبت بیں می بود　　قوتِ دنیاش قوتِ دیں می بود
طفلی میکرد گریہ گاہی بے کام　　بالغ شد و گفت آہ اگر ایں می بود

سحابی استرآبادی

هر چند که هست دولت از نعمت و بخت ... بار یست گران چو شد برون از حد سخت

بسیاری مال و جاهِ مرد آفتِ اوست ... انبوهی میوه بشکند شاخ درخت

سحابی استرآبادی

در دور فلک که برون و باختن است ... هر اوج پئے حضیض در تاختن است

غافل باشد که رفعتِ خود داند ... برداشتنی که بهر انداختن است

سحابی استرآبادی

این فرقه که محو کردگار اند همه ... بر عرش بلوغ جای دارند همه

وین خلق که با هستیٔ خود مغرور اند ... چون طفل بر اسپ نی سوار اند همه

سحابی استرآبادی

زین مردم صد رنگ سیه پوشی به — زین خلق فرومایه فراموشی به
از صحبت ناتمام بی حاصل‌شان — تنهائی و گوشه و خاموشی به

نجم الدین رازی

ای دل! تو اگر مست نئی هشیاری — زان پیش که بگذری جهان بگذاری
کم خسپ که وقت صبح کاندر پی تست — خوابی که قیامتش بود بیداری

میرزا محمد تقی نصیری

زاهل صورت هر آنکه او درپیش است — از گردش چرخ بیشتر دل ریش است
هر گندم کاو بزرگ گشته بقدر — از گردش آسیا شکستش بیش است

محمد صوفی

ابلیس که گشته دربدی افسانہ بیچاره سگیست بر درِ جانانہ
گر بیند اہل و آشنا مانع نیست مانع شود آنرا که بود بیگانہ

عماد کرمانی

با دشمن و با دوست تفضل میکن بیداد ز ہر کسی تحمل می کن
غافل منشیں که عالم اسباب است اسباب نگہ دار و توکل می کن

قتالی خوارزمی

یا قوت پیل سور می باید بود با ملک دو کون عور می باید بود
ایں طرفہ نگر که عیبِ ہر آدمئ می باید دید و کور می باید بود

قتالی خوارزمی

آنم کہ دل از کون و مکان برکندم
وز خوانِ جہاں بہ لقمۂ خورسندم
کندم ز سرِ کوہِ قناعت سنگے
آوردم و بر رخنۂ آز افگندم

رضی آرتیمانی

تا گلگونِ اشک و چہرہ کاہی نشود
دل مشرقِ انوار آلٰہی نشود
سالک ز سرِ خویش کہ واقف گردد
او عارفِ اسرار کماہی نشود

شیخ سعدی

یا روی بہ کنج خلوت آور شب و روز
یا آتشِ عشق بر کن و خانہ بسوز
مستوری و عاشقی بہم نایدر است
گر پردہ نخواہی کہ دریدہ بدوز

میر ابوطالب تبریزی

آنکس کہ ہمیشہ دیدۂ تر دارد   از خرمن عمر بیشتر بر دارد
از گریۂ ایام جوانی بگذر   باران بہار فیض دیگر دارد

بایزید بسطامی

خواہی کہ رسی بہ کام بردار دو گام   یک گام ز دنیا و دگر گام ز کام
نیکو مثلے شنو ز پیر بسطام   از دانہ طمع ببر کہ رستی از دام

سرمد

باید نہ کشی ز خلق منت گفتم   گر صاحب فطرتی و ہمت گفتم
اینست خیال خام ہرگز نہ کشی   بر پردۂ عنکبوت صورت گفتم

سرمد

سلطان منم و منت سلطان نہ کشم　　از بہر دو ناں منت دوناں نہ کشم
نفسم چو سگ ست و من شال سگباں　　از بہر سگے منت سگباں نہ کشم

سرمد

خواہی کہ رسی بکام تلخی نہ چشی　　آسودہ شوی بار ندامت نہ کشی
با صبر بساز با قناعت خو کن　　از دستِ ہوا و ہوس در کشمکشی

حافظ شیرازی

باشاہدِ شوخ و شنگ و با بربط و نے　　کنجے و کبابے و یکے شیشۂ مے
چوں گرم شود ز بادہ مارا رگ و پے　　منت نبرم بیک جو از حاتمِ طے

ابن یمین

چو خاک پای لئیمان شوی ز آتش حرص / شود بباد همه آبرو و چون نشود

غلام خاطر آنم که همت عالیش / رهین منت ابنای هر دون نشود

سعید گیلانی

آنی که سریر آسمان پایه بود / بر ملک جهان عدل تو سرمایه بود

تا هست خدا تو نیز خواهی بودن / زیرا که همیشه ذات با سایه بود

سعید گیلانی

بر خود در مدح و ذم نمی باید زد / بیرون از حد قدم نمی باید زد

عالم همه آئینهٔ حسن ازلی ست / می باید دید و دم نمی باید زد

مهدی اصفہانی

با حکم قضا ستیزہ نتواں کردن — با دست علاج نیزہ نتواں کردن
تدبیر کجا علاج تقدیر کند — آہن با موم ریزہ نتواں کردن

نساخ

در میکدۂ دہر کہ مستم ساقی — از دست قدح بگیر دستم ساقی
دی ساغرمی شکست او من امروز — خم بر سر محتسب شکستم ساقی

عمر خیام

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است — در خویش جفا کند بد اندیش من است
گر زہر موافقت کند تریاک است — در نوش مخالفت کند نیش من است

مرزا سعید حکیم تنہا

دنیا دو سہ روز اگرچہ آسان از تست
مغرور مشو کہ ناتوانی آں از تست
چون آہوی رم خوردہ کہ واپس نگرد
رویش بتو و دلش گریزان از تست

شاہ ولایت اللہ

آخر فلک از تو انچہ ہستت گیرد
ہشیار بزی مباد مستت گردد
ہر سود و زیان ز دست خود باید خواست
بی دست تو نیست آنکہ دستت گیرد

جہانگیر بادشاہ

ہر کس بہ ضمیر خود صفا خواہد داد
آئینہ خویش را جلا خواہد داد
ہر جا کہ شکستہ بود دستش گیر
بشنو کہ ہمیں کاسہ صدا خواہد داد

سلطان علاء الدین سلجوقی

معشوقۂ زہرہ رخ ہمیداشت امید
کان خوبی و ایں عشق بماند جاوید

از گردشِ چرخ و سیرِ ماہِ گردوں
اُو روی سیاہ کرد و من موی سفید

قابوس دشمگیر

چوں پیر شدی کار جوان نتوان کرد
پیری تہ کافری نہان نتوان کرد

در ظلمت شب ہر آنچہ کردی کردی
در روشنی روز ہمان نتوان کرد

یحیی نیشاپوری

ظالم کہ کباب از دلِ درویش خورد
چوں درنگرد ز پہلوی خویش خورد

دنیا عسل ست ہر کہ او بیش خورد
خوں افزاید تب آورد نیش خورد

میر باقر داماد

از خوان فلک قرص جوی بیش مخور انگشت عسل مخواه و صد نیش مخور
از نعمت الوان شہان دست بدار خون دل صد ہزار درویش مخور

علی حزیں

ای سوختہ جاں سپند یاد تو بخیر وی دردکش نژند یاد تو بخیر
آوارہ کیستی کجائی چو نے آہ ای دل مستمند یاد تو بخیر

علی حزیں

بخرید یکے خواجہ غلامی بہوس پرسید ازاں بندہ پاکیزہ نفس
کائی بچہ کار تا ہمانت سپرم گفتش کہ ہمیں بکار آزادی بس

ملا حسن یزدی

دارم سخنی یاد ز فیثاغورس گویم بتو گر زانکه بمن داری حس
از خلق بہیچ چہار کس رنجہ مشو بیمار و غریب روزہ دار و مفلس

شیخ نجم الدین کبریٰ

دنیا طلبان ز حرص مستند ہمہ موسیٰ کُش و گوسالہ پرستند ہمہ
ہر عہد کہ با خدای بستند ہمہ از بہر درستِ زر شکستند ہمہ

عبید زاکانی

با درد سرم زین دلِ سودا پیشہ کورا نبود بجز تمنا پیشہ
پیرانہ سرش ارزوی برنائیست فریاد ازین پیر کہ برنا پیشہ

حکیم فغفور لاہجی

نا داری این جہان زدارائی بہ   دلق نمد از اطلس و دارائی بہ
آسودن ز شغل ہر دو عالم بودن   صد رہ ز سکندری و دارائی بہ

خواجہ حسین مروی

مردی ز مقدمات واہی تا کی   ذکر طرب و فکر مناہی تا کی
سودای جوانی و جوانان تا چند   با موی سفید روسیاہی تا کی

مُلا محمد رضا نوعی جبوشانی

گہ چون خم بادہ ام بجوش آوردی   گہ چون لب توبہ در خروش آوردی
ایام سلامتی بہ مستی دادی   ہنگام ندامتم بہوش آوردی

آغا عبدالباقی نهاوندی

یارب ممنون آشنایان نکنی　　شرمندهٔ این غلط نمایان نکنی
هر چیز که میکنی بکن امر از تست　　محتاج بنوکیسه گدایان نکنی

درد

از حرص گر آستین فشاند دلِ ما　　چون شه چه عجب که حکم راند دلِ ما
اے درد هزار سلطنت مفت بود　　جمعیت اگر بهم رساند دلِ ما

درد

بر دوش هوا بسته نفس محملِ ما　　حیف ست که پیچید هوسی بر دلِ ما
حل همچو حباب گرچه کردیم ولے　　جز هیچ نداشت در گره مشکلِ ما

درد

هر چند کند زمانه کار خود را   از دست مده تو اعتبار خود را
از پای فتاده چون سایه ولے   بر کس نفگنده ایم بار خود را

درد

با اهل دول تندی خو پیدا کن   در گلشن مسکنت نمو پیدا کن
تا کی زهوا زنی بعزت آتش   در خاک نشین و آبرو پیدا کن

درد

گر مست شبابیم خراب شیبیم   در محو هنر تمام صرف عیبیم
ستار عیوب نیست جز پردهٔ غیب   مشتاق لقای پرده پوش غیبیم

درد

هر چند هزار جلوه پیدا کردیم   آخر همه را بخویش اخفا کردیم
چون کاغذ آتش زده دریا پوشیده   چیزیکه بصد چشم تماشا کردیم

درد

ناچار ایدرد درجهاں باید زیست   هر چند که شد زیست گران باید زیست
مردن بمراد خود میسر نیست   چندی بمراد دیگراں باید زیست

درد

مینا ست اگر سر نیاز ست اینجا   جام ست اگر دیدهٔ باز ست اینجا
این محفل درد جای بدمستی نیست   هشدار که بزم امتیاز ست اینجا

درد

ای مرد طرب باش و خوش و آسوده   رنجی مبر از فکر جهان بیهوده
چندان منما غور در افلاک و نجوم   کاین گنبد بی در زکسی نگشوده

درد

اے درد ترا نہ ہمنشینی باید   نے یار و ندیم نے قرینی باید
اکنوں کہ نشستۂ دریں کلبہ ترا   چشم و دل و اشک و آستینی باید

درد

ای مرد رسیدت اگر از خلق آزار   رنجی مبر از ذلت و خواری زنهار
گر بر سر تو نهند پا مردم دهر   تو از رهِ انکسار سر بر پا دار

درد

تاکی به تلاش مال خواهی کوشید — با هر بد و نیکِ وهر خواهے جوشید
پوشیدن جامها اگر رشد است — اکنون از خویش چشم باید پوشید

درد

چون آمدهٔ بعالمِ امکان باش — دیدی کن و بر وضع جهان خندان باش
اینجا ای درد خود صلای عام است — یکچند دریں خانه تو هم مهمان باش

درد

نی مال مرا باید و نی فوج و سپاه — از قطع تعلقم بود حشمت و جاه
ترکِ اسباب به ز جمع اسباب — کز دولتِ فقر هر گدا گردد شاه

درد

در سر نہ ہوای مال و جاہے دارم
در دل نہ غم زر و سپاہے دارم
صاحب نظرے توجہے گر بکند
چوں آئینہ چشم یک نگاہے دارم

درد

گر مردم محتاج ز غم می گریند
زاں بیشتر ارباب نعم می گریند
وقت ست کہ از دست زمانہ اکنوں
چوں ابر ہمہ اہل کرم می گریند

درد

ای بخیہ اتفاق می باید کرد
باکید گر اتفاق می باید کرد
از وہم خودی نفاق خیزد غافل
از خود گذر اتفاق می باید کرد

درد

سر سبز نگشت هیچ گردانهٔ حرص
آباد نگردید گهی خانهٔ حرص

چون ظرفِ شکسته باز خالی گردد
هر چند که پُر کنند پیمانهٔ حرص

بیخبر بلگرامی

نشناخت کسی بواقعی مطلق را
این سرخ و سپید و سبز و استبرق را

هفتاد و دو فرقه را که گوئی باطل
بر حق دانی اگر تو دانی حق را

غالب دہلوی

گر دیدن زاہدان بجنت گستاخ
وین دست درازی به ثمر شاخ بشاخ

چون نیک نظر کنی زروی تشبیه
ماند به بهایم و علف زار فراخ

واقف دہلوی

زاہد گلگشتِ باغ می باید کرد
کسب فرح از ایاغ می باید کرد

اصلاحِ مزاج از ضروریات ست
یک تنقیۂ دماغ می باید کرد

واقف دہلوی

از اہلِ دول مدار چشم انعام
جو شند اگر با تو بہ گرمے تمام

در کیسۂ شان غیر تہید ستی نیست
بد نام خزانہ اند ہمچوں حمّام

سید احمد حسین امجد حیدر آبادی

ممسک ہمہ خونِ دلِ صد چاک خورد
یک لقمہ بصد نالۂ غمناک خورد

بد بخت ز کسبِ مال نفعے نہ برد
افعی بر گنج ماند و خاک خورد

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

ممسک پئے مال چوں گدامی گردد
بر زر بہزار جاں فدامی گردد
طامع زحصولِ مال طماع شود
چوں دانہ بیابد آسیا۔ می گردد

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

از دستِ بخیل زر فتادن معلوم
از بطنِ عقیمہ طفل زادن معلوم
از دوں ہتشاں کامروائی مشکل
از ناخنِ پا گرہ کشادن معلوم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

جہان مشتِ گل و دل حاصلِ او
ہمیں یک قطرۂ خوں مشکلِ اوست
نگاہ ما دو بیں افتاد ورنہ
جہانِ ہر کسے اندر دلِ اوست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سرِ کیقباد و اکلیل جم خاک کلیسا و بتستان و حرم خاک
ولیکن من ندانم گوہرم چیست نگاہم برتر از گردوں تنم خاک

آزاد بلگرامی

اے دل تو دمے بیاد سبحاں نشدی وز فعل بد خویش پشیماں نشدی
واعظ شدی و شیخ شدی و قاضی ایں جملہ شدی ولے مسلماں نشدی

طاعت وورع ولطف وکرم

رضی آرتیمانی

صد حیف اے دل! اکہ مردِ دیدار نہ — واقف ز تجلیاتِ اسرار نہ
قانع بہ ہمینی کہ دو چشمت باز است — خرگوش صفت ولیک بیدار نہ

رفیع واعظ

آں کو بدلش بیم گنہ کمیاب است — گر دعوے دل کند یقیں کذاب است
اندک گنہی خراب سازد دل را — در خانۂ آئینہ نمی سیلاب است

اہلی شیرازی

گر در پئے قول و فعل سنجیدہ شوی
در دیدۂ خلق مردم دیدہ شوی
با خلق چناں مکن کہ گر فعل ترا
ہم با تو عمل کنند رنجیدہ شوی

سحابی استر آبادی

نہ ہر کہ نکوست دوست میباید بود
بدرا بر مغز پوست می باید بود
یعنی سہل است دوست بودن با دوست
با دشمن نیز دوست می باید بود

سحابی استر آبادی

خواہی کہ ترا رتبۂ ابرار رسد
مپسند کہ کس راز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم عشق مخور
کایں ہر دو بوقتِ خویش ناچار رسد

سحابی استرآبادی

گر خلق جهان همه به طاعت خیزند صد گونه عطا کنند و خیر انگیزند
چون نیک نظر کنی نه بینی جز این کز بحر به بحر مشت آبی ریزند

سحابی استرآبادی

ای بندهٔ حرص کرده جسم و جان را معذوری اگر نجوی آزادان را
چیزی که غنی را سوی درویش برد لطف و کرم است و تو نداری آن را

سحابی استرآبادی

سلطانی و کبر و عجب و مستی سهل است درویشی و فقر و تنگدستی سهل است
خود را برسان سحابی جاویدانی ورنه دو سه روز هر چه هستی سهل است

سحابی استر آبادی

گفتم ہمہ بیدادنمی باید کرد ‌ ‌ گفتہ کہ زخود یادنمی باید کرد
گفتم کہ چناں گوی سخن تاشنوم ‌ ‌ خندید کہ فریادنمی باید کرد

سحابی استر آبادی

گم کردم اگر تو جستجو یم نکنی ‌ ‌ آئینہ صفت روی بسویم نکنی
درحقِ خود از لطف تو گفتم بسیار ‌ ‌ یارب یارب دروغ گویم نکنی

ابوسعید مہنہ

دنیا را ہے بہشت منزلگاہے ‌ ‌ ایں ہر دو بہ نزدِ اہلِ معنی کاہے
گر عاشق صادقے زہر دو بگذر ‌ ‌ تا دوست ترا بہ خود نماید راہے

ناظر کازرونی

یکچند چو ممسکاں فشردم رہ حلق　　یکچند چو مفلساں زدم وصلہ بہ دلق
نکشود ز کارِ دل بہ اینہا گرہی　　بستم کمرے تنگ پئے خدمتِ خلق

ابوسعید برغش

ای دوست از جملہ نیک و بد بگذشتم　　کافر بودم کنوں مسلماں گشتم
ہر چیز کہ آں خلاف رای تو بود　　گر خود ہمہ دیں است ازاں برگشتم

قتالی خوارزمی

گر بر سر نفس خود امیری مردی　　در بر دگرے حرف نگیری مردی
مردی نبود فتادہ را پائی زدن　　گر دست فتادہ بگیری مردی

ہاتف اصفہانی

ای در حرم و دیر ز تو صد آہنگ بے رنگی و جلوہ میکنی رنگ بہ رنگ
خوانند ترا مومن و ترسا شب و روز در مسجد و مکہ و کلیسائے فرنگ

شیخ سعدی

منعم کہ بہ عیش میرود روز و شبش نالیدن درویش نداند سببش
بس آب کہ میرود بہ جیحون و فرات در بادیہ تشنگاں بجاں در طلبش

شیخ سعدی

من بندہ آنم کہ دلے بر باید یا دل بکسے دہد کہ جاں آساید
آنکس کہ نہ عاشق و نہ معشوق کسیست در ملک خدا اگر نباشد شاید

خسرو دہلوی

نے دل ز پَے طمع مشوش دارم | نہ سینہ ز حرصِ زر پُر آتش دارم
نانِ جو و آبِ چاہ و کنجے خالی | یارب کہ چہ زندگانیِ خوش دارم

ہدایت طبرستانی

آن دل کہ خدای را بود منزل کو | زین تخم صنوبری ترا حاصل کو
گویند کہ دل سرائے حق شد آری | دل خانۂ حق بود و لیکن دل کو

خواجہ علی نعیم

یارب بچہ تحصیل رضای تو کنم | خود را بہ چہ حیلہ آشنای تو کنم
عمرِ ابدی بہ خضر ارزانی باد | من میخواہم کہ جاں فدای تو کنم

میرزا احسن خاں الفت

ناگشته دل شکسته ام خلوت دوست
باغیر نه پرداختم از صحبت دوست

او یکنفس از همچو منی غافل نیست
من بهر چه غافل شوم از خدمت دوست

جامی

خواهی که به صوفی گری از خود برهی
باید که هوا و هوس از سر بنهی

وان چیز که داری به کف از کف بدهی
صد زخم بلا خوری و از جا نجهی

جامی

ای وای بر آنکه دلستانش برود
از پیش نظر سرو روانش برود

گفتی که بر فتنم رضا ده هیهات
چون زنده رضا دهد که جانش برود

ابن یمین

خواهی که خدا کار نکو با تو کند — ارواح و ملائک همه رو با تو کند
یا هر چه رضای او در آن نیست مکن — یا راضی شو به هر چه او با تو کند

مومن یزدی

بخشش هنر است و عیب درخواستن است — خواهش خود را به عیب آراستن است
در داد و ستد حالِ مه و مهر ببین — مهر ست تمام و ماه در کاستن است

مومن یزدی

شد عمر تمام و ناتمامیم هنوز — در دوزخ حسرتیم و خامیم هنوز
عمریست که در راهِ طلب گام زنیم — وین طرفه که در نخست گامیم هنوز

مومن یزدی

ای کز پئے کسبِ علم برپا شدۂ   تحصیل علوم را مہیا شدۂ
از دفترِ عشق تا نخوانی ورقے   بوجہلی اگرچہ ابنِ سینا شدۂ

مجذوب تبریزی

مجذوب اگر با تو کسی جنگ کند   آں کن کہ خجالتش بصد رنگ کند
بالطف بہ ناکساں بیامیز کہ آب   از نرمیٔ خویش رخنہ در سنگ کند

میرزا صالح الرضوی

ہرگز نشوی در آشنائی ہا سست   می باش بہ یک طریق از روزِ نخست
ہر چند کہ بشکنندت از صافی خویش   چو آئینۂ شکستہ بنمای درست

ابوالحسن وحی

گر خاکِ درش بہ دیدۂ ترسائی — در پیش رخش بہ دیدۂ ترس آئی
گر غیر خیال او در آری بہ نظر — در دیدۂ حق بہ دیدۂ ترسائی

سرمد

از بوالہوسان کام نیابی ہرگز — زیں طائفہ آرام نیابی ہرگز
صد سال اگر جاں بکنی ہمچو نگیں — بدنام شوی۔ نام نیابی ہرگز

سرمد

چون نقشِ نگیں درپئے نامی توہنوز — جاں می کنی و درپئے کامی توہنوز
از خرمنِ عمر خوشۂ توشہ بگیر — ہنگامِ درو رسید و خامی توہنوز

حافظ شیرازی

بامردم نیک و بد نمی باید بود   در بادیه و یود ودونمی باید بود
مفتون معاش خود نمی باید شد   مغرور بہ عقل خود نمی باید بود

راقم مشہدی

ظالم کہ کلاہ گوشہ بر می شکند   درویش و غنی بکید گرمی شکند
غافل کہ دلِ نازکِ مظلومان ست   آں شیشہ کہ کوہ راگرمی شکند

شرف یحییٰ منیری

چوں عود نبود چوبِ بید آوردم   روی سیہ و موی سفید آوردم
چوں خود گفتی کہ نا امیدی کفر ست   فرماں تو بردم و امید آوردم

عمر خیام

گر گوہر طاعتت نسفتم ہرگز   ور گرد گنہ ز رخ نرفتم ہرگز
نومید نیم ز بارگاہ کرمت   زیرا کہ یکی را دو نہ گفتم ہرگز

نواب صدیق حسن خاں

صدیق حسن بلاست سرمستی تو   خود نیست برابرست باہستیٔ تو
بی نقد عمل کس نفروشد جنت   ہیہات ہیہات از تہیدستیٔ تو

نواب صدیق حسن خاں

این دانہ و کاہ و آب و آتش ہمہ پوچ   یعنی کہ تردد و معاشت ہمہ پوچ
در دست تو اختیارِ کارت چون نیست   فکر و اندیشہ و تلاشت ہمہ پوچ

مولانا جلال الدین رومی

نی با تو دمی نشستنم سامان ست — نی بی تو دمی زیستنم امکان ست
اندیشه درین واقعه سرگردان ست — این واقعه نیست درد بی درمان ست

مولانا جلال الدین رومی

ایزد که جهانے بہ کفِ قدرت اوست — دو چیز ترا داد کہ آں ہر دو نکوست
ہم سیرتِ آنکہ دوست داری کس را — ہم صورتِ آنکہ کس ترا دارد دوست

مولانا جلال الدین رومی

بسیار تراختہ رواں باید شد — وانگشت نمای ایں و آں باید شد
گر آدمیٔ بساز با آدمیاں — ورخود ملکی بآسماں باید شد

مولانا جلال الدین رومی

زنهار بگو که رهروان نیز نیند　　کامل صفتانِ بی نشان نیز نیند
زین گونه که تو محرم اسرار نهٔ　　می پنداری که دیگران نیز نیند

اوحدالدین کرمانی

ای قبلهٔ هر که مقبل آمد کویت　　محرابِ دلِ شکستگان ابرویت
امروز کسی کز تو بگرداند روی　　فردا بکدام دیده بیند رویت

شیخ عمادالدین فضل اللہ

غم راز من و مرا گزیر از غم نیست　　یارانِ قدیم را شکست از هم نیست
غم خوی بمن کرده و من خوی بغم　　همچون من و غم دو یار در عالم نیست

قاضی میر حسن

آں دل کہ تو دیدہ زغم خوں شد ورفت
وز دیدۂ خوں گرفتہ بیروں شد ورفت
روزی بہوای عشق سیری می کرد
لیلی صفتی بدید و مجنوں شد ورفت

خلیل بیگ گیلانی

ایام شباب باہوس بودم جفت
نی دیدۂ دیدہ بود و نی گوش شنفت
در خوابِ غرور صرف شد نقدِ حیات
بیدار کنوں شدم کہ می باید رفت

حکیم سنائی

از عہدۂ عہد گر بروں آید مرد
از ہر چہ گماں بری فزوں آید مرد
سیمرغ نۂ کہ بے تو نامِ تو برند
طاوس نۂ کہ با تو در تو نگرند

نصیرالدین طوسی

نی هر کہ بود بعشق دیوانہ بود نی ہر مرغی سزاے این دانہ بود
صد قرن بگردد کہ نہ گردد پیدا مردی کہ بہ نفسِ خویش مردانہ بود

بابا افضل کوہی

ہر چند دلِ خلق نگہداری بہ کس را زکم و بیش نیازاری بہ
چون عالم را وفا نخواہد بودن پس تخمِ جفا ہر انچہ کم کاری بہ

بابا افضل کوہی

چون کیشِ خصومت ست بی کیشی بہ چون مال ملامت ست درویشی بہ
چون بر دِ دل از خویشتن و خویشانست بی خویشتنی بہ ست و بی خویشی بہ

بابا افضل الدین کوہی

دررہ اگر بہ بینوائے برسی   سربر قدمش نہ کہ بجائی برسی
بیدرداں را ازیں قدح رنگی نیست   با درد درآ تا بہ دوائی برسی

باقی نائینی

اے خواجہ اگرچہ مالِ دنیا طلبی   رزقِ تو مقدرست بیجا طلبی
ہیچ از تو خدا طاعتِ فردا طلبد   کامروز از و روزیٔ فردا طلبی

غالب

غالب بہ سخن گرچہ کسے ہمسر نیست   از نشاء ہوش ہیچ اندر سر نیست
می خواہی وصفت و نغز وانگہ بیائے   این بادہ فروش ساقیٔ کوثر نیست

واقف دہلوی

فردا کہ باہل زہد جنت بخشند
در جائزہ نای و نوش و نعمت بخشند
مابے عملان نیز امیدی داریم
شاید کہ مرا آہِ حسرت بخشند

واقف دہلوی

از سلسلۂ بی سروپایانِ تو ایم
از حلقۂ بی برگ و نوایانِ تو ایم
مارا محروم برمگرداں زدرت
شیئاً للہ ما گدایانِ تو ایم

واقف دہلوی

فارغ زغم بودہ و نابودہ نشیں
ایمن زیں چرخِ آفت اندودہ نشیں
تدبیرِ تو شد بلای جانت عاقل
خود را بخدا گزار و آسودہ نشیں

جوانی و پیری و حیات و ممات

سحابی استرآبادی

من باغِ جہان را قفسی دیدم و بس
مرغش زہوا و ہوسی دیدم و بس
از صبح وجود تا شبانگاہ عدم
چون چشم کشودم نفسی دیدم و بس

عمر خیام

از تن چو رود روانِ پاکِ من و تو
خشتے دو نہند بر مغاکِ من و تو
وآنگاہ برای خشتِ گورِ دگراں
در کالبدے کشند خاکِ من و تو

عمر خیام

این اہلِ قبور خاک گشتند و غبار
ہر ذرہ ز ہر ذرہ گرفتند کنار

آہ این چہ شرابیست کہ تا روزِ شمار
بیخود شدہ و بیخبر اند ز ہمہ کار

عمر خیام

دنیا بمراد راندہ گیر آخر چہ
وین نامۂ عمر خواندہ گیر آخر چہ

گیرم کہ بکام دل بماندی صد سال
صد سال دگر بماندہ گیر آخر چہ

شیخ مغربی تبریزی

رفتم بہ سرِ تربتِ محمود غنی
گفتم کہ چہ بُردۂ ز دنیای دنی

گفتا کہ سہ گز زمین و شش گز کرباس
تو نیز ہماں بری اگر صد چو منی

حسن دہلوی

گر نامِ تو نقش دفترِ افلاک است
ہم از ورقِ حیات ، وزی پاک است

گر نوح ہزار سال در عالم زیست
شد چند ہزار سال کاندر خاک است

بابا افضل کوہی

بودی کہ نبود ، تنجور و خوابِ نیاز
کردند نیاز مندت ایں چار انباز

ہر یک بتو آنچہ داد بستاند باز
تا باز چناں شوی کہ بودی ز آغاز

بابا افضل کوہی

دل نعرہ زناں ملکِ جہاں می طلبد
پیوستہ وجودِ جاوداں می طلبد

مسکیں خبرش نیست کہ صیادِ اجل
پے در پئے او نہادہ جاں می طلبد

بابا افضل کوهی

اگر حاکم صد شهر و ولایت گردی ور در هنر و فضل به غایت گردی
گر عاشقِ صادقی و گر زاهدِ پاک روزی دو سه چون رود حکایت گردی

بابا افضل کوهی

عمرِ تو اگر فزون شود از پانصد افسانه شوی عاقبت از روی خرد
باری چو فسانه می شوی ای بخرد افسانهٔ نیک شو نه افسانهٔ بد

غزالی مشهدی

تا کے گوی که گوی اقبال که برد تا کے گوئی که ساغرِ عیش خورد
اینها چه فسانه است بیاید رفت اینها چه حکایت است بباید مُرد

میرزا محمد حسین نورس

پیر لیست که برگ تن پرستی ریزد — بر منظر عیش رنگ پستی ریزد
هر دندانی که افتد از کاوش دہر — یک کنگره از حصار ہستی ریزد

مومن یزدی

قد خم کند و چهره زریری پیری — برہم شکند صولت شیری پیری
گفتم که چه بدتر است پیری یا مرگ — فریاد برآورد که پیری پیری

مومن یزدی

گر صاحب بوریا دگر اورنگ است — آخر ہمه را سوی عدم آہنگ است
از جام اجل مست کنندش آخر — ہر چند که زیر چرخ مینا رنگ است

مومن یزدی

داریم ز بے ثباتئ عمر الم　نگذاشت که تا دمی به آریم بهم
از اشهب روز و ادہم شب دریاب　کاین عمر دو اسپه میرود سوی عدم

جامی

گه ترک وجود غم فزاینده کنی　گه آرزوی حیات پاینده کنی
آیندهٔ عمر خواهی از رفته فزوں　در رفته چه کردی که در آینده کنی

ادائی یزدی

ایں عمر به بادِ نوبهاراں ماند　ویں عیش به سیلِ کوهساراں ماند
نہار چناں بزی که بعد از مردن　انگشت گزیدنی به یاراں ماند

ملا قاسم مشهدی

...ی یافته تخمیر و نظام از اضداد   از چه نکنی ز مرگ خود اصلا یاد
...ی پیکر و این نفس بگویم به تو چیست   مشتی خاکی فتاده اندر رهِ باد

مرتضیٰ قلی خان شاملو

...نساں کہ زیک دگر جگر ریش تراند   خلقے پس تر جماعتی پیش تراند
...در غربتِ مرگ بیم تنہائی نیست   یارانِ عزیز آں طرف بیشتر اند

سیف الدین آئینی

...داکہ بہ عمر آنچہ بہ بود گذشت   دوری کہ در او دلی بیاسود گذشت
...ام جوانی کہ بہاری خوش بود   چوں خندۂ برق و عہد گل زود گذشت

رضای شیرازی

سلطاں بہ جہاں پردہ سرا زور رفت
درویش بہ ہر پشت پای زد و رفت

القصہ بہ ہر دور روز در گلشنِ عمر
مرغی بہ سرِ شاخ نوای زد و رفت

کاوس جرجانی ویلمی

گر بر سر ماہ برنہی پایۂ تخت
در ہمچو سلیماں شوی از دولت و بخت

چوں عمر تو پختہ گشت بربندی رخت
کاں میوہ کہ پختہ شد بریزد ز درخت

ابن یمین

منگر کہ دلِ ابن یمیں پر خوں شد
بنگر کہ ازیں سرای فانی چوں شد

مصحف بہ کف و چشم برہ روی بدوست
با پیکِ اجل خندہ زناں بیروں شد

ابن یمین

از کوی حیات تا درِ مرگ — جز نیم نفس مسافتے نیست
وین طرفہ کہ اندرین مسافت — گامے نہ نہی کہ آفتے نیست

میرزا محمد تقی

این عمر عزیز نیست جز نقش بر آب — دریای غنیمت است فرصت دریاب
در بحر وجود عاقبت ہمچو حباب — بر یک نفست خانۂ عمر است خراب

جمالی اردستانی

من در عجبم کہ ہر کہ خواہد مردن — با خود بجز از کفن نخواہد بردن
از بہر چہ آزارِ خود و یار کند — وآمادہ کند آنچہ نخواہد خوردن

ابوسعید مهنه

لذاتِ جهان چشیده باشی همه عمر　　با یار خود آرمیده باشی همه عمر
هم آخرِ عمر رحلتت باید کرد　　خوابی باشد که دیده باشی همه عمر

والهٔ یزدجردی

تا در نگری نه سرو ماند است نه بید　　نه خارِ هوس نه گلستانِ امید
دهقانِ فلک خرمنِ عمرِ همه را　　می پیماید به کیلِ ماه و خورشید

شیخ عطار

روزی بر سرِ خاکِ پسری با دلِ ریش　　می باریدم خونِ جگر بر رخِ خویش
آواز آمد که چند گریی بر ما　　بر خویش گری که کار داری در پیش

شیخ عطار

دردا که دلم به هیچ درمان نرسید   جانم بلب آمد و بجانان نرسید
در بیخبری عمر بپایان آمد   وافسانهٔ عشق او بپایان نرسید

سرمد

دیدی که غم و عیشِ جهان زود گذشت   چیزے که در اندیشهٔ تو بود گذشت
این یک دو نفس که ماند سرمایهٔ تو   هشیار که نقصان نه کنی سود گذشت

سرمد

راضی دل دیوانه به تقدیر نه شد   فارغ ز خیال و فکر و تدبیر نشد
ایام شباب رفت و باقی هوس است   ما پیر شدیم و آرزو پیر نشد

سرمد

این جوشِ حباب از قدیم ست قدیم
این نقش سراب از قدیم ست قدیم

لب تشنۂ طرح نوست این کہنہ رباط
این خانہ خراب از قدیم ست قدیم

حافظ شیرازی

سیلاب گرفت گرد ویرانۂ عمر
آغاز پرے نہاد پیمانۂ عمر

بیدار شو اے خواجہ کہ خوش خوش بکشند
حمالِ زمانہ رخت از خانۂ عمر

حافظ شیرازی

نہ دولتِ دنیا بہ ستم می ارزد
نہ لذتِ ہستی بہ الم می ارزد

نہ ہفت ہزار سال شادی جہاں
با محنتِ پنج روز غم می ارزد

حافظ شیرازی

گفتم که مگر به اتفاقِ اصحاب در موسمِ گل ترک کنم بادهٔ ناب
بلبل ز چمن نعره زنان داد جواب کای بیخبران فصلِ گل و ترکِ شراب

حافظ شیرازی

می نوش که عمرِ جاودانی اینست خاصیت روزگار فانی اینست
هنگام گل و لاله و یاران سرمست خوش باش دمی که زندگانی اینست

حکیم قاآنی

از کشتِ عمل بس است یک خوشه مرا در روی زمیں بس ست یک گوشه مرا
تا چند چو گاو گردِ خرمن گردیم چوں مرغ بس ست دانهٔ توشه مرا

علی حزین

ساقی قدحی که دور گلزار گذشت	مطرب غزلی که وقت گفتار گذشت
ای ہمنفس از بہر دل زار بگو	افسانۂ آں شبے که با یار گذشت

علی حزین

اوضاع زمانه لایق دیدن نیست	وضع خوشتر ز چشم پوشیدن نیست
دانی ز چه پا کشیده ام در دامن	دنیا تنگ ست و جائے خسپیدن نیست

خلیفه اصفہانی

افسوس که عمر گذشت بیہوده تلف	دنیا به لعب و دین رفت ز دست
رنجید خدا و خلق راضی نشده	ضایع کردیم پارۂ آب و علف

محمود

هر روز یکی زور در آید که منم   خود را بجهانیان نماید که منم
چون کار جهان برو قرار گیرد   ناگاه اجل زور در آید که منم

شیخ اوحد الدین کرمانی

خرم دلِ آنکه در غمت مرد و نگفت   اسرار تو با بزرگ و با خرد نگفت
سر در کفنِ وفای بپیچید و برفت   غمهای ترا با جهان برد و نگفت

شیخ اوحد الدین کرمانی

گفتم که مگر تخم هوس کاشتنی ست   معلومم شد که جمله بگذاشتنی ست
بگذاشتنی ست هرچه در عالم هست   الا غم دوست کان نگهداشتنی ست

حکیم سنائی

زن زن زوفا شود ز زیور نشود — سر سر ز خرد شود ز افسر نشود
بی گوہر گوہری ز گوہر نشود — سگ ر اسگے از قلادہ کمتر نشود

حکیم سنائی

گر آمدنم ز من بُدے نامدمے — در تیر شدن ز من شدے کی شدمی
زاں بہ نہ بودمے دریں دیر خراب — نہ آمدمے نہ بُدمے نہ شدمی

بوعلی سینا

اسرار وجود خام و آشفتہ بماند — واں گوہر بس شریف ناسفتہ بماند
ہر کس ز سر قیاس حرفے گفتند — واں نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند

ابونصر فارابی معلم ثانی

زان پیش که از جهان فرومانی فرد | آن کن که نبایدت پشیمانی خورد
امروز بکن چو می توانی کاری | فردا چه کنی چو هیچ نتوانی کرد

درد

خمار خمار گر ز صهبا بشکست | ور محتسب از غرور مینا بشکست
اینها همه بندهٔ هوای نفس اند | من بندهٔ آن کسم که خود را بشکست

درد

طفلی بگذشت و شد جوانی حاصل | پیری هم می رسد نباشی غافل
هر چند چو تارِ سبحه برجای خودی | چون دانه کند قطع ره اینجا منزل

درد

عمری که شمرده ایم سال و ماهش   مانند فلک قرار نبود گاهش
سرگرم سراغ کیست یارب دل ما   یک خلق چو سایه میرود همراهش

درد

گر درد ترا غفلت دل کرده خراب   گه آگهیت فگنده اندر تب و تاب
ای بیخبر این همه غنودن تا کی   بیدار تمام باش یا خوب بخواب

درد

از شرم ظهور خویش نایاب شدیم   یعنی چو حباب در دمی آب شدیم
مانند شرر همین قدر فرصت بود   یک چشم گشوده باز در خواب شدیم

درد

عالم ہمہ مست ست ز جامِ ہستی سرشار ز جرعۂ مدامِ ہستی
از پردۂ ایں ساز چناں شد معلوم کایں نغمہ تراود از مقامِ ہستی

درد

باید کہ ز فکر زندگانی گذری وز حرص و ہوا و کامرانی گذری
ای درد ز اندیشۂ عالم بگذر زاں پیش کہ زیں جہانِ فانی گذری

درد

کو عقل و کجا فہم و کرا بینش و ہوش کوراں کراں ہم نمایند خروش
چوں شمع دریں بزم عبث می سوزی ای روشنی طبع تو ہم شو خاموش

خوشنود گوپاموی مدراسی

برخیز ز خواب میرود عمر زدست — برگیر حساب می رود عمر زدست

خوشنود دمی به سوگواری بنشین — با چشم پُرآب می رود عمر زدست

واقف دہلوی

پیری ست دلا چه موقعهٔ ما و من ست — کی این ہنگام تکلفِ پیرہن ست

دامن درکش کنون ز تقطیع لباس — کین موی سفید تار و پودِ کفن ست

غنی کشمیری

افسوس که رفت نشهٔ عهد شباب — سرخوش نشدم یک دم از بادهٔ ناب

از بهر تماشای جهان همچو حباب — تا وا کردیم چشم رفتیم بخواب

جبر و اختیار و گناہ و توبہ

رضی آرتیمانی

ای ذرّہ سرگشتہ قرارِ تو کجاست
وی مشتِ غبار اعتبارِ تو کجاست
در آمد و رفتن و بودن مجبور
ای عاجز مضطر اختیارِ تو کجاست

خلیل بیگ گیلانی

ایام شباب با ہوس بودم جفت
نہ دیدہ دیدہ بود و نہ گوش شنفت
در خوابِ غرور صرف شد نقدِ حیات
بیدار شدم کنون کہ میباید خفت

عمر خیام

من می خورم و ہر کہ چو من اہل بود — می خوردنِ من نہ نزد او سہل بود
می خوردنِ من حق ز ازل میدانست — گر من نخورم علمِ خدا جہل بود

عمر خیام

نہ لایق مسجدم نہ در خوردِ کنشت — ایزد داند گلِ مرا از چہ سرشت
چوں کافرِ درویشم و چوں قحبۂ زشت — نہ دیں و نہ دنیا و نہ امیدِ بہشت

عمر خیام

دارم دلکی غمیں بیامرز و مپرس — صد واقعہ در کمیں بیامرز و مپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسے عملم — ای اکرم اکرمیں بیامرز و مپرس

عمر خیام

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست
تاریک دلم نور ضیای تو کجاست
مارا تو بهشت اگر بطاعت بخشی
این بیع بود لطف و عطای تو کجاست

عمر خیام

بگشای دری که در گشاینده توی
بنمای رهی که ره نماینده توی
من دست بهیچ دستگیری ندهم
کایشان همه فانی اند و پاینده توی

عمر خیام

ناکرده گناه در جهان کیست بگو
آنکس که گنه نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دهی
پس فرق میان من و تو چیست بگو

عمر خیام

یارب بگشای بر من از رزق دری — بی منت مخلوق رسان ما حضری
از باده چنان مست نگهدار مرا — کز بی خبری نباشدم درد سری

ابو سعید مهنه

گر کار تو نیکوست به تدبیر تو نیست — ور نیز بد است هم ز تقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشه کن و شاد بزی — چو نیک و بد جهان بہ تقدیر تو نیست

ابو سعید مهنه

دارم ز خدا خواهش جنات نعیم — زاهد بہ ثواب و من بہ امید عظیم
من دست تهی میروم او تحفه بدست — تا زین دو کدام خوش کند طبع کریم

نصیرالدین طوسی

این نکته نگوید آنکه او اهل بود   زیرا که جواب نکته اش سهل بود
علمِ ازلی علتِ عصیان کردن   نزدِ عقلا زغایتِ جهل بود

شیخ عطار

یک عاشقِ پاک و یک دلِ زنده کجاست   یک سوخته بیفکر پراگنده کجاست
چون بندهٔ اندیشهٔ خویش اند همه   بر روی زمین خدای را بنده کجاست

بابا افضل کوہی

ای لطفِ تو دستگیر هر خود رائی   وی عفو تو پرده پوشِ هر رسوائی
بخشای بر آں کسے که اندر همه عمر   جز درگه تو هیچ ندارد جای

بینوائی بدخشانی

زاہد کہ دریں سراچہ ما دا دارد — اندیشہ ز گفتگوی فردا دارد
گوشاد بزی کہ زاہد و فاسق ازاوست — ہر جا آبیست رو بدریا دارد

میرزا حیدر رضوی

یارب! چہ کنم کہ نالہ ام بی اثراست — ہر شام چراغِ طالعم تیرہ تراست
ہر لحظہ ز بس کہ بشکنم توبۂ خویش — ہر توبہ کہ میکنم گناہی دگراست

ناظم ہروی

ای صورت و معنی دو سواد قمت — یک بیت زمین و آسمان از قلمت
دیوان وجودِ را چہ تفسیر کنم — لفظش ہمہ جرمِ ماست معنی کرمت

شیخ مغربی تبریزی

گر فضل کنی ندارم از عالم باک　　در عدل کنی شوم بہ یکبار ہلاک
روزی صد بار گویم ای صانع پاک　　مشتے خاکم چہ آید از مشتی خاک

بہائی آملی

آہنگِ حجاز می نمودم من زار　　کامد سحری ز دل بگوش این گفتار
یا رب بہ چہ روی جانبِ کعبہ روُد　　گبری کہ کلیسیا ازو دارد عار

شیخ سعدی

فردا کہ بہ نامۂ سیہ در نگری　　بس دستِ تحیر کہ بدندان ببری
بفروختہ دیں بہ دنیا از بے خبری　　یوسف کہ بہ دہ درم فروشی چہ خری

سرمد

این نفسِ ستمگار بہ بین شیطان است
پیوستہ عیاں بود، مگر پنہان است
ابلیس خودی، چرا بہ ابلیس بدی
در پیش خیالاتِ تو او حیران است

سرمد

ای یار درین دیار غمخوار توئی
آگاہ بر احوالِ منِ زار توئی
دیدم ہمہ را و آزمودم ہمہ را
در بیکسی ام یارِ وفادار توئی

سرمد

اے جانِ گرامی بخدا نا دانی
در خانۂ تن یک دو سہ دم مہمانی
بر چرخ اگر روی و خورشید شوی
آں چیز کہ در شمار نیاید آنی

سرمد

سرمد کارِ اله لطف و کرم ست　　از معصیتِ سیاه کاری چه غم ست
رخشیدن برق بین و جوشِ باران　　رحمت چه فزون غضب چه بسیار کم ست

ابن یمین

کرم را درین دور طالب مباش　　که محروم مانی ز مطلوبِ خویش
کریمان برفتند۔ گوئی که شد　　کرم هم گرفتارِ مقلوبِ خویش

حافظ شیرازی

آں به که ز جام باده دل شاد کنیم　　وز آرزوِ گزشته کم یاد کنیم
ویں عاریتے رُوانِ زندانی ما　　یک لحظه ز بندِ عقل آزاد کنیم

حکیم قاآنی

تا کے غمِ زید و گہ غمِ عمرو خوریم — آں بہ کہ بجای غم زخُم خَمر خوریم
خوش باش بہ بیش و نوش کز نخلِ حیات — فرض ست کہ گہ خار و گہے تمر خوریم

صفی رازی

چون نامۂ جرم ما بہم پیچیدند — بردند و بمیزان عمل سنجیدند
بیش از ہمہ کس گناہ ما بود ولی — ما را بہ محبتِ نبی بخشیدند

صفی رازی

ہر چند گنہ کنم بگاہ و بے گاہ — نومید ز رحمتش نباشم واللہ
گر ہست نجاتِ عالمی از رہِ عدل — بخشیدہ شوم بفضل انشاءاللہ

جنتی

هر چند متاعت همه عصیان و خطاست — این جسم شکسته کشتی موج فناست
ای جنتی از کثرتِ طوفان گناه — میندیش که ناخدای این بحر خداست

جامی

ای ذرّہ چرا ز حشر بیم ست ترا — دل بیهده زین فکر دو نیم ست ترا
هر چند که غرقهٔ گناهی میندیش — خوش باش که کار با کریم ست ترا

میرزا جلال امیر

هر چند که سر بسر گناه آوردیم — بر سایهٔ رحمتت پناه آوردیم
در حشر بامید زلال کرمت — چون نامهٔ خود روی سیاه آوردیم

قاسم

بر ناله و بر زاری من رحمت کن بر مفلسی و خواری من رحمت کن
بر گریه و بیداری من رحمت کن بر فقر و نگونساری من رحمت کن

نساخ

یارب شده ام تبه بیامرز مرا شد روی دلم سیه بیامرز مرا
دردا که بجز گنه نه کردم کارے بخشنده هر گنه بیامرز مرا

نساخ

نساخ کجائی بدرِ یار بیا سر را چه زنی بر در و دیوار بیا
محروم مشو ز جوششِ رحمتِ عام گر بیگنهی و گر گنهگار بیا

مولانا جلال الدین رومی

فردا که به محشر اندر آید زن و مرد   از بیم حساب رویها گردد زرد
من عشقِ ترا بکف نهم پیش آرم   گویم که حساب من ازین باید کرد

طالب آملی

صاحب کرما برمنِ گمراه ببخش   سهوی اگرم فتاده ناگاه ببخش
بخشنده پس از خدا چو امروز توی   در دست توام خواه بکش خواه ببخش

محتشم کاشی

ای شیخ که هست دایم از نخوتِ تو   در طعنهٔ آلایشِ من عصمتِ تو
گر عفوِ خدا کم بود از طاعتِ تو   دوزخ زمن و بهشت از حضرتِ تو

درد

گر کشتۂ عیشیم وگر غمزدہ ایم
از دولتِ او درد بایں عربدہ ایم
زیں پیش نداشتیم کارے باخویش
از راہ نمائش بخود آمدہ ایم

درد

عمریست کہ چون زلفِ پریشانِ خودیم
چوں غنچۂ گل سر بہ گریبانِ خودیم
تا جلوۂ یار جلوہ گر شد در ما
آئینہ صفت ہمیشہ حیرانِ خودیم

درد

از کوریٔ دل بخود نگاہے نکنم
واں کار کہ کردنی ست گاہے نکنم
من بندۂ نا کارہ و تو بخشندہ
دیگر چہ کنم اگر گناہے نکنم

نواب شاہ جہان بیگم

گو بہر گناہ وقف فرصت باشم　　در طاعت خوی کمینہ ہمت باشم
نومید نیم کہ نا امیدی کفرست　　ہر لحظہ امیدوار رحمت باشم

نواب شاہ جہان بیگم

دریافت عطائے کبریائی مارا　　در حضرت اوست جبہہ سائی مارا
چون عاجزی از پادشہان مقبول است　　نازم کہ کشد بہ بادشائی مارا

حسرتی دہلوی

الطاف تو بر بندۂ عاصی چہ عجب　　لطف و کرمت نیست سبب بہر سبب
نامت بلب و تجلیت در جان باد　　آن دم کہ بروں رود م زدنیا یارب

واقف دہلوی

اللہ کریم ست عطا می بخشد　　ہم پوشد عیب و ہم خطا می بخشد
زاہد ہر چند پر گناہیم ولے　　مارا برزعمِ تو خدا می بخشد

غالب دہلوی

آں راکہ عطیۂ ازل در نظرست　　ہر چند بلا بیش طرب بیشترست
فرقست میانِ من و صنعاں در کفر　　بخشش دگر و مزدِ عبادت دگرست

غالب دہلوی

اوراق زمانہ در نوشتیم و گذشت　　در فنِ سخن یگانہ گشتیم و گذشت
می بود دوای ما بہ پیری غالب　　زاں نیز بہ ناکام گزشتیم و گذشت

غالب دہلوی

عمریست کہ درخمِ خمارم ساقی　　تابِ تف تشنگی نیارم ساقی

بکشا سرِ مشک و درگلویم سر دہ　　سایل بکفم قدح ندارم ساقی

آزاد بلگرامی

درحشر کہ با ایں رخ چوں صبح بیاض　　گلزار کنی عرصۂ محشر چو ریاض

قرباں شومت چو بر شفاعت آئی　　فرقی نکنی ز فاسق و از مرتاض

آخرت و رحمت الٰہی

عمر خیام

آنم کہ پدید گشتم از قدرتِ تو　　پرورده شدم بہ ناز در نعمتِ تو
صد سال بہ امتحاں گنہ خواہم کرد　　تا جرمِ من است بیش یا رحمتِ تو

عمر خیام

یا رب بہ دلِ اسیرِ من رحمت کن　　بر خاطرِ غم پذیرِ من رحمت کن
بر پای خرابات روِ من بخشائی　　بر دستِ پیالہ گیرِ من رحمت کن

عمر خیام

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم
وز کردۂ خویشتن بہ دردم چہ کنم

گیرم کہ ز من درگذرانی بہ کرم
زین شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

عمر خیام

خیام ز بہر گنہ این ماتم چیست
در خوردن غم فائدہ بیش و کم نیست

آنرا کہ گنہ نکرد غفران نبود
غفران ز برای گنہ آمد غم چیست

عمر خیام

آباد خرابات ز می خوردن ماست
خون دو ہزار توبہ در گردن ماست

گر من نکنم گناہ رحمت چہ کند
آرایش رحمت از گنہ کردن ماست

عمر خیام

گر گوہرِ طاعتت نسفتم ہرگز
ور گردِ گنہ ز رخ نرفتم ہرگز
نومید نیم ز بارگاہِ کرمت
زیرا کہ یکی را دو نگفتم ہرگز

عمر خیام

سازندۂ کارِ مردہ و زندہ توی
دارندۂ ایں چرخ پراگندہ توی
من گرچہ بدم صاحبِ ایں بندہ توی
کس راچہ گنہ کہ آفرینندہ توی

خواجہ علی نعیم

آفاق ز خوب و زشت خالی ماند
ہم صومعہ ہم کنشت خالی ماند
گر عفو کنی یکے بدوزخ نرود
در عدل کنی بہشت خالی ماند

ملا مظفر حسین

زاہد بہ کرم ترا چو ناشناسد　　بیگانہ ترا چو آشنا نشناسد
گفتی کہ گنہ مکن کہ من قہارم　　ایں را بہ کسی گو کہ ترا نشناسد

رفیع واعظ

آں روز کہ بیدار از ایں خواب شوم　　از آتش انفعال در تاب شوم
زیں آلایش کدام آبم شوید　　از شرمِ گناہِ خود مگر آب شوم

سیف الدین باجرزی

گر من گنہِ جملہ جہاں کردستم　　لطف تو امید است کہ گیرد دستم
گفتی کہ بوقت عجز دستت گیرم　　عاجز ترازیں مخواہ کاکنوں ہستم

بہائی آملی

تا منزل آدمی سرائے دنیاست — کارش ہمہ ظلم و کار حق لطف و عطاست
خوش باش کہ آں سرا چنیں خواہد بود — سالی کہ نکوست از بہارش پیداست

سحابی استر آبادی

روزیکہ عیاں شود خداوند جہاں — لطفش بہ کہاں باشد و قہرش بہ مہاں
خورشید جہاں فروز چوں در تابد — ذرّہ شود آشکار و سیارہ نہاں

سحابی استر آبادی

نہ علم نہ معرفت نہ دیں و نہ یقیں — نہ قدر نہ منزلت نہ عز و تمکیں
چوں استحقاق رحمتم چندیں ہست — شاید کہ نمانم من محروم چنیں

سحابی استرآبادی

یکچند چراغِ آرزوها پُف کن　　قطع نظر از جمالِ هر یوسف کن
زین شهد یک انگشت رسانم بست　　از لذت اگر محو نگردی تُف کن

ابوسعید مہنہ

یارب در دل بغیر خود جا مگذار　　در دیدہ من گرد تمنا مگذار
گفتم گفتم ز من نمی آید ہیچ　　رحمی رحمی مرا بہ من وا مگذار

ابوسعید مہنہ

غمناکم و از درِ تو با غم نروم　　جز شاد و امیدوار و خُرم نروم
از درگہِ ہمچو تو کریمے ہرگز　　نومید کسی نرفت و من ہم نروم

ابوسعید مہنہ

در خانۂ خود نشستہ بودم دلریش
وز بارِ گنہ فگندہ بودم سر پیش
آواز آمد کہ غم مخور ای درویش
تو در خور خود کنی و ما در خورِ خویش

ابوسعید مہنہ

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ابوسعید مہنہ

چوں عود نبود چوب بید آوردم
روی سیہ و موی سپید آوردم
تو خود گفتی کہ نا امیدی کفر است
بر قول تو رفتم و امید آوردم

ابوسعید مہنہ

از بارِ گنہ شد تنِ مسکینم پست | یارب! چہ شود اگر مرا گیری دست
گر در عملم انچہ ترا شاید نیست | اندر کرمت انچہ مرا باید ہست

ابوسعید مہنہ

عصیانِ خلایق ارچہ صحرا صحراست | در دستِ عنایت تو یک برگِ گیاست
ہر چند گناہِ ماست کشتی کشتی | غم نیست کہ رحمتِ تو دریا دریاست

ابوسعید مہنہ

من بی تو دمی قرار نتوانم کرد | احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زبان شود ہر موی | یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

میرزا عبداللہ منشی

در حشر چو نیک و بد ہراساں گردد	کار ہمہ چوں بہ دست آساں گردد
ہر چند کہ آب تلخ یا شیریں است	چوں رفت بدریا ہمہ یکساں گردد

حسن دہلوی

دارم دلکے غمیں بیامرز و مپرس	صد واقعہ در کمیں بیامرز و مپرس
شرمندہ شوم اگر بہ پرسی عملم	ای اکرم اکرمیں بیامرز و مپرس

جامی

چوں خور ز فروغ خود جہاں آراید	بر پاک و پلید اگر بتابد شاید
نہ نور وے از ہیچ پلید آلاید	نی پاکی او ز ہیچ پاک افزاید

جامی

ای مرد گنهگار درِ توبه گشاده است
انواع نعم بهر تو آماده نهاده است

بشتاب سوی توبه که از تاخیر
از کردنِ تاخیر بسی واقعه زاده است

جامی

یک نیمه ز عمر در بطالت بگذشت
یک نیمه به تشویر و خجالت بگذشت

عمری که ومی از دو جهان ارزد
بنگر بچه حیله و چه حالت بگذشت

بابا افضل کوهی

ای آنکه خلاصهٔ چهار ارکانی
بشنو سخنی ز عالم روحانی

دیوی و دوی و ملکی انسانی
در تست هر آنچه غالب آئی آنی

بابا افضل کوہی

ایدل بچہ غم خوردنت آمد پیشہ
وزمرگ چہ ترسی چو درخت از تیشہ

وانگہ کہ بناخوشی برندت زینجا
خوش باش کہ رستی از ہزار اندیشہ

سرمد

یارب زکرم بہ بخش تقصیر مرا
مقبول بکن نالۂ شبگیر مرا

پیری وگناہ ماجرائیست عجیب
لطفِ تو کند چارۂ تدبیر مرا

سرمد

افسوس کہ مخلوق پرستی کردم
وزہمتِ پست رو بہ پستی کردم

ایں بادہ خمار داشت ہشیار شدم
ایّامِ شباب بود مستی کردم

سرمد

از کردهٔ خویشتن منفعل بسیارم   عمریست که پابند دریں آزارم
چیزے که نباید بشود از من شد   بر فضل نظر کنی نه بر کردارم

سرمد

یارب تو عطا کن ز قناعت گنجم   عمریست که در حرص و هوا در رنجم
دیں را نتواں کرد به دنیا سودا   هر لحظه دریں سود و زیاں می سنجم

سرمد

ایں هستی موهوم حباب ست ببیں   ایں بحر پر آشوب سراب ست ببیں
از دیدهٔ باطن به نظر جلوه گرست   عالم همه آئینهٔ آب ست ببیں

سرمد

اے دل عبث از دار بقا می ترسی　　اندیشہ بکن کہ از کجا می ترسی
در راہِ فنا نیست تعب آرام ست　　آں خانہ از ینجاست چرا می ترسی

سرمد

تا چند بکوہ و دشت زحمت بکشی　　از بار ہوا و حرص محنت بکشی
ایں زندگیت بقدر خواہش نبود　　وقت ست ہنوز گر ندامت نکشی

سرمد

غم ناکم و از کوئے تو با غم نروم　　جز شاد و امید وار و خرم نروم
از حضرتِ ہمچو تو کریمی شاہا　　محروم کسی نرفت و من ہم نروم

سرمد

افعال بدم ز خلق پنہاں مکین دشوار جہاں بر دلم آساں مکین
امروز خوشم بدار فردا با من آنچہ از کرمِ تو می سزد آں مکین

ابنِ یمین

اے واقفِ اسرارِ ضمیرِ ہمہ کس در حالتِ عجز دستگیرِ ہمہ کس
یارب تو مرا توبہ دہ و عذر پذیر اے توبہ دہ و عذر پذیرِ ہمہ کس

راہب

راہب خُمِ بادہ پیرِ دیرے بود ست پیمانہ حریفِ گرم سیرے بود ست
ایں مشتِ گلِ کہ گشت خشتِ سرِ خم میخوارۂ عاقبت بخیرے بود ست

حافظ شیرازی

گویند کسانیکہ زمے پرہیزند زانساں کہ بمیرند چناں برخیزند
ما با مئے ومعشوق ازینیم مدام تابو کہ زخاک ما چناں برخیزند

حکیم قاآنی

نہ بادہ نہ جامِ بادہ ماند باقی نہ سادہ نہ نامِ سادہ ماند باقی
مازادۂ نامِ روزگاریم ولے نہ زادہ نہ نامِ زادہ ماند باقی

امید ہمدانی

بر درگہِ دوست ہرگناہی بخشند صد سالہ گناہ بمدِ آہے بخشند
عفوِ گنہم بنا توانی کردند زینجاست کہ کوہ رابکاہے بخشند

اشرف مقدسی

یا رب تو مرا بآتشِ قہر مسوز   در خانۂ دل چراغ ایماں افروز
این خلعتِ بندگی کہ شد پارۂ جرم   از راہ کرم برشتۂ عفو بدوز

معین استرآبادی

افسوس کہ پیک عمر راہے کردیم   مردانہ نزیستیم و واہے کردیم
در نامہ نماند جای یک نقطہ سفید   از بسکہ شب و روز سیاہے کردیم

ظہیر فاریابی

دو روزۂ عمر پُر ز خوف و خطر ست   از غصہ غذای خلق خونِ جگر ست
آسودہ دلی ز بعد مردن ہم نیست   زیرا کہ خطر دراں طرف بیشتر ست

بیرم خان خانخاں

ای عمر حیات جاودانت بادا　　تا هست جهان بقای جانت بادا
حیف ست نصیب دشمنان چون گویم　　درد تو نصیب دوستانت بادا

امیر حسینی سادات

درد دلم از شمار دفتر بگذشت　　وین قصه بهر محفل و محضر بگذشت
این واقعه در جهان شنیدست کسی　　من تشنهٔ آب و آبم از سر بگذشت

حکیم رکنائی کاشی

زاهد گوید که مست فردا چه کند　　تا رحمت ایزدی تقاضا چه کند
رحمت دریا و باده یک قطرهٔ آب　　یک قطرهٔ آب پیش دریا چه کند

عرفی شیرازی

جمعی بدرت گریہ و آہ آوردند جمعی ہمہ دیدہ و نگاہ آوردند
جمعی دیدند خواہشِ عفو ترا رفتند جہاں جہاں گناہ آوردند

علی حزیں

سلطان رسل کمیں غلامِ تو منم مستِ مئی معرفت ز جامِ تو منم
حسرت نہ برم قسمتِ خاصانِ ترا در آرزوی رحمتِ عامِ تو منم

مومنِ یزدی

کس یار نگردد بمن از واپسیم رحم آری اگر بحال دل وا رسیم
ہر چند کہ واپسیم بفریاد م رس بر بیکسیم نگر نہ بر نا کسیم

ظهوری ترشیزی

در راه طلب غم تو بس توشه من
ایثار توان نهادن از خوشه من

گر دست عزیز داغهائے تو مرا
سر تا قدمم گشته جگر گوشه من

امیر مغیث محوی

محوی هر سو ز حرص چون مور مرو
در بارگه قیصر و فغفور مرو

بگذر ز طمع و ز در دونان بگذر
جانی داری زنده بهر گور مرو

طالب آملی

آزرده مشو ز من که آزرده دلم
وز روی تو همچو آه من منفعلم

زین بیش خجالتم مده کین دو سه روز
خود از گنه نکرده خود منفعلم

درد

یارب چه زیان کارم و گویم که ببخش   باری ز گنه دارم و گویم که ببخش
دارم چو محمد صلعم شفیعِ محشر   صد توده گنه آرم و گویم که ببخش

درد

در گلشنِ دهر بسکه غفلت کاری   تخمِ گنهی بهر طرف می کاری
از روی خدا نیامدت شرم ایدر   باشد که ز روی خلق شرمی داری

درد

از شادی و غم هر چه در امکان شمری   از وا همه حضرت انسان شمری
در باغِ ظهور چون گلت آوردند   خواهی دلریش خواه خندان شمری

درد

بی لشکر و فوج بادشاہے کردیم　　بر مسندِ فقر کبریائی کردیم
ای درد بدولتِ فقیری اینجا　　در کسوتِ بندگی خدائی کردیم

درد

ہر پست و بلند واقفِ راز ہم ست　　چون زیر و بمِ ساز بآواز ہم ست
این نغمۂ ظہور از تقابل دارد　　ہستی و عدم زمزمہ پرداز ہم ست

درد

ای درد مرا ز نغمہا یم دریاب　　آہنگِ من از صوت و صدایم دریاب
ای زمزمہ پرداز بسانِ قانون　　تفصیلِ مقامم از نوایم دریاب

درد

شہ بست اگر بہ سر عقیق و یشمی — پوشید اگر گدا کلاہِ پشمی
بیباکی آئینہ برا ینہا بکشود — چشمی کہ نداشت ست شرم چشمی

احسن بلگرامی

آنکس کہ گنہ نہ کرد پیدا نہ بود — او خود خلفِ آدم و حوّا نہ بود
حق ست اگر خطا ز انساں نشود — عبد ست اگر عفو خدا را نہ بود

واقف دہلوی

ای ہمنفساں کہ یارِ غار ید مرا — آنروز کہ تابوت برآرید مرا
اول زیرِ زمیں سپارید مرا — انگاہ برحمتش گذارید مرا

غالب

چوں دُرد تہ پیالہ باقیست ہنوز
شادم کہ بہارِ لالہ باقیست ہنوز
در کیشِ توکّل غمِ فردا کفرست
یکروزہ مئی دو سالہ باقیست ہنوز

غالب

در عالمِ بے زری کہ تلخست حیات
طاعت نتواں کرد بامیدِ نجات
ای کاش زحق اشارتِ صوم و صلٰوۃ
بودی بوجودِ مال چوں حج و زکوٰۃ

غالب

آنرا کہ ز دستِ بے زری پا بانیست
رسوائی نیز لازمِ احوالست
ما خشک لبیم و خرقہ آلودہ بمی
ساقی نگرش پیالہ از غربالست

صانع بلگرامی

ضعفِ پیری زبسکہ بگداخت مرا   ہر کس کہ نظر فگند نشناخت مرا
از صحبتِ من کنوں تباہ انگ ست   ایں موی سفید رو سیہ ساخت مرا

میر محمد حنیف الفت

فریاد رسا دمی کہ محشر باشد   ہر چند کہ نامہ ام سیہ تر باشد
منفرست بدوزخم کہ نتوانم دید   جائیکہ در و دشمنِ حیدر باشد

مرزا فصیح

ہر چند کہ دیوِ نفس فوجے دارد   عنقائے ہوس ہوائے اوجے دارد
زالائشِ معصیت چرا اندیشم   بحرِ کرمش وعدہ موجے دارد

مُناجات

درد

یارب ز تو یافت صورت آب و گِلِ من — الطاف تو شد پناہ جان و دلِ من

آسانی کار از تو بُد حاصلِ من — ہم از کرمِ تو حل شود مشکل من

درد

یارب دلم از بارِ گنہ محزون ست — جان زار و دل افگار و جگر پر خون ست

ہرچند گناہ من ز حد بیرون ست — عفوت ز گناہِ من بسے افزون ست

درد

یارب مکن از امید قطعِ نظرم جُز جانب خود مخواں دلِ بخیرم
چوں لطف تو باراں شود از ابرِ کرم حاشا کہ طمع برد بجائے دگرم

درد

یارب ہرچند در طریق دینیم پرہیز ز تقصیر نشد آئینم
اکنوں چو ز عفوِ تو نشانے بینم در پے روم و ز پیروی ننشینم

درد

یارب ز طریق لطف بر جانِ ہمہ گر نگذری از ذلت و نقصانِ ہمہ
پس کیست کہ شوید پے احسانِ ہمہ در بحرِ کرم نامۂ عصیانِ ہمہ

درد

یارب اگر از جہل خطا شد کارم
جاں از کرمت شاد بود بسیارم
ز امید تو بسکہ دل بود بیمارم
گویند کہ نیست از گنہ آزارم

درد

یارب ز قصورِ عمل و حالِ تباہ
سر بر فلک افراخت مرا کوہِ گناہ
آنگہ کہ برم جانبِ عفوِ تو پناہ
اندر خورِ عفوِ تو بود کوہ چو کاہ

درد

یارب بہ نیازِ خود نسازم چہ کنم
ور نپذیری عجز و نیازم چہ کنم
دور افگنی از حریمِ رازم چہ کنم
سوے کہ روم چہ چارہ سازم چہ کنم

درد

یارب اگر از معصیتِ جانکاہم دور افگنی از امید خود ناگاہم
پس جانب امید کہ افتد راہم تا روزِ جزا بود شفاعت خواہم

درد

یارب چو بمہر تو کسے را کار است دردِ دلِ او نالہ جان آزار است
وز شوقِ جمالت ہمہ شب بیدار است غفلت زدہ را خواب بسے بسیار است

درد

یارب کرم تو گر نباشد مددم خونِ جگر از دیدہ رود تا ابدم
امید چو وعدۂ سلامت دیدم صد طعنہ بامید زند فعل بدم

درد

یارب بہوائے نفس و تن آسانے را ترسم کہ رود حیات بر باد و ہوا
گر عفو کنی ز عفو کردن برہَم ورنہ بگناہ مہلک افتم از پا

درد

یارب ہمہ را از تو امیدِ کرمست ز اندیشۂ رحمت دل و جان بے الم ست
ہر چند عمل کوتہ و اخلاص کمست در جنت جاوید امیدِ نعم ست

سرمد

یارب زمنِ زار نہ بند کارے جز معصیت و غفلتِ بید کارے
از کارِ گزشتہ کار آگاہ شدم کارے نشد از من کہ بباید کارے

سرمد

بیش از گنہم بخشش و احساں کردی　　بر خوانِ کرم ہمیشہ مہماں کردی
ہر چند گناہ بیش افزود کرم　　این قسم بکرداہ پریشاں کردی

سرمد

غیر از درِ رحمتش نداریم پناہ　　بیچارہ و عاجزیم با حالِ تباہ
نے طاقت زہد ست نہ یارای گناہ　　لاحول ولا قوۃ الا باللہ

سرمد

بر من درِ لطف و جود مسدود مکن　　مقبولِ تو ہر کہ گشت مردود مکن
در ضعف نمیتواں گراں بار کشید　　پیرانہ سرم گناہ افزود مکن

سرمد

یارب تو عطا کن ز قناعت گنجم　　عمریست که در حرص و هوا در رنجم
دیں را نتواں کرد بدنیا سودا　　هر لحظه دریں سود و زیاں می سنجم

خواجه عبدالله انصاری

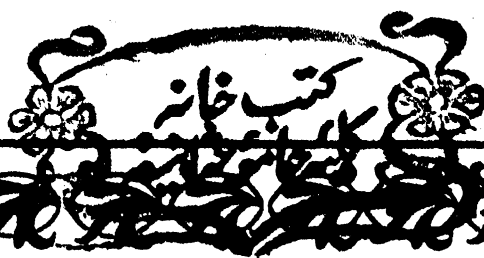
یارب دلِ ما را تو برحمت جان ده　　دردِ همه را به صابری درمان ده
ایں بنده چه داند که چه می باید جُست　　داننده توئی هر انچه دانی آن ده

خواجه عبدالله انصاری

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست　　تاریک دلم نور ضیای تو کجاست
ما را تو بهشت اگر بطاعت بخشی　　آں بیع بود۔ لطف و عطای تو کجاست

مرزا مہدی خاں کوکب

سرگشتہ برائے حق ہمیں باید بود　　محکوم قضای حق ہمیں باید بود
از بندۂ ناتواں چہ آید کوکب　　راضی برضای حق ہمیں باید بود


کتب خانه